عظمتِ مصطفیٰ ﷺ

قرآن میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

اللھم صل علی سیدنا محمد و علی آل محمد و بارک وسلم

عظمتِ مصطفیٰ ﷺ قرآن میں

مرتب

الحاج فقیر محمد صاحب خوط نقشبندی القادری

اسلامک پبلشر

۴۴۷- گلی سروطے والی مٹیا محل جامع مسجد دہلی ۶

Ph:(011)23284316, Fax: 23284582

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

از: مفتی خلیل احمد صاحب شیخ الجامعہ جامعہ نظامیہ حیدرآباد

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید الانبیاء و المرسلین وعلیٰ اٰلہ الطیبین واصحابہ الاکرمین اجمعین۔

اما بعد!

جناب فقیر محمد خوط صاحب نقشبندی وقادری نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس کا جو ذکر کلام رب العالمین میں مختلف انداز سے آیا ہے اس کو جمع کیا مختصر تفسیر وتشریح کے ساتھ بیان کیا تاکہ قارئین پڑھ کر آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عظمت کو جان لیں۔ موجودہ دور کے فتنوں میں بڑا فتنہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شانِ اقدس میں گستاخی ہے آج کل دشمنان دین اس میں اپنی توانائیاں صرف کر رہے ہیں تاکہ مسلمانوں کے دلوں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور محبت کم کی جائے۔ ہر زمانہ میں ظالموں نے ایسی کوشش کی لیکن ان کی کوشش کبھی کامیاب نہ ہو سکی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ آپ کے ذکر کو بلند کیا ہے اور وہی آپ کو لوگوں کی شر انگیزیوں سے بچاتا ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ٥ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ۔

جناب فقیر محمد خوط صاحب کا بھی یہی مقصد ہے کہ مسلمان دشمنوں کی سازش کا شکار نہ ہوں بلکہ اپنے ایمان کی حفاظت کریں۔ اس کتاب کا مطالعہ مسلمانوں کے لئے مفید ہے اس سے عقیدہ کی اصلاح بھی ہوتی ہے اور حفاظت بھی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مصنف کو جزاء خیر دے۔

آمین بجاہ سید الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ الطیبین واصحابہ الاکرمین

مفتی خلیل احمد عفی اللہ عنہ ۱۸ / ربیع المنور ۱۴۳۰ھ م ۱۶ / مارچ ۲۰۰۹ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

از : خواجہ سید ابراہیم شاہ قادری الچشتی یمنی بندہ نوازی (صاحب قدیری)
ہلکٹہ شریف

مقصود کائنات ازل کا بیاں ہیں آپؐ
یعنی رسولِ پاکؐ شہہ دوجہاں ہیں آپؐ

مولیٰ تعالیٰ نے حضورِ اکرم نورِ مجسم فخرِ دو عالم سید المرسلین حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے اور پیرانِ سلاسل کی نسبت سے مکرمی الحاج فقیر محمد صاحب خوط نقشبندی القادری دامت خیر ہم کو یہ سعادت بخشی کہ بعنوان "عظمتِ مصطفیٰ قرآن میں" بہ نظرِ حقائق و محبت تحریر کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ وہ ذاتِ اقدس جس کی تعریف خود مالکِ حقیقی نے کی ہے جس کے دلائل کتاب جائزہ کا مقصد تحریر ہے ایک مومن کے ایمان کی استقامت حقائق کے تسلیم کرنے میں مضمر ہے۔ محترم کی تحریر دلائل قرآنی کی یکسوئی یقیناً تحفظِ عقیدہ اور دعوتِ تسلیم مقاماتِ محمدیؐ ہے اللہ پاک جزائے خیر سے نوازے آمین۔

حق رسائی کا ہے واضح رابطہ قرآن میں — مصطفےٰؐ کی عظمتیں ہیں مرحبا قرآن میں
مرضیٔ معبود کا منشاء رضائے مصطفےٰؐ — اختیاراتِ نبیؐ ہیں کیسے کیا قرآن میں
فکر کی پرواز سے بالا عروجِ مصطفےٰؐ — حق بجانب دیکھ لینا آئینہ قرآن میں
جو محمدؐ کا فقیرِ در ہوا اُس کے لئے — شاہنوازی کا ملیگا فلسفہ قرآن میں

اتباعِ سرکارؐ کی بے شک اطاعت ربّ کی ہے
مل گیا صاحب قدیری یہ پتہ قرآن میں

طالبِ دعاء

خاکپائے خیرو قدیر خواجہ سید ابراہیم شاہ قادری الچشتی یمنی بندہ نوازی (صاحب قدیری)
ہلکٹہ شریف

۱۴ ربیع الاول ۱۴۳۰ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تاثراتِ قلبی

از: شاہ محمد فصیح الدین نظامی (مہتمم کتب خانہ جامعہ نظامیہ حیدرآباد اے پی)

اس وقت میرے سامنے الحاج فقیر محمد صاحب خوط نقشبندی القادری حفظہ اللہ تعالیٰ ساکن یادگیر کے جذباتِ عشق و محبت محمدی ﷺ کا ایک دلکش دلآویز ایمان افروز آئینہ رکھا ہوا ہے۔ جو عشاقان رسالت کی مشام جان و ایمان کو معطر و معنبر کر رہا ہے جس کا سرنامہ ''عظمت مصطفیٰ قرآن میں'' ہے جو ''ثنائے خواجہ عالم بزبانِ یزداں'' سے منور و تاباں اور ''آبروئے زنام محمدؐ'' اور محمد کی محبت دین حق کی شرط اول ہے کی صدائیں دے رہا ہے۔ اور بقول شیخ الاسلام عارف باللہ، شمیع شبستان امدادیہ حضرت شاہ محمد انوار اللہ فاروقی چشتی قادری نور اللہ مرقدہ بانی مرکز علم و عرفان جامعہ نظامیہ جہادِ لسانی کے زمرے میں آتا ہے درحقیقت آخری کتاب آسمانی قرآن حکیم کی ایسی آیات ربانی کے متین، سلیس ترجمہ اور ضروری تفسیر پر مبنی ہے جس میں شانِ مصطفیٰ ﷺ کے ایمان افروز جلوے اپنی پوری تابانیوں کے ساتھ ضوفشاں ہیں۔ حضور پاک صاحب لولاک لما خلقت الافلاک کے عُلوِّ مرتبت کا ایسا مرقعِ جمیل ہے جس کے ایک ایک صفحہ پر شجرِ طوبیٰ کے گل بوئے چمن ایمان و عقیدہ کو مہکاتے نظر آرہے ہیں معتبر کتبِ تفاسیر کی سلیس عبارتوں کے ساتھ مضمون کی مناسبت سے برجستہ اشعار مرتب کے ذوقِ شعری و ادبی کا پتہ دیتے ہیں۔ کیوں نہ ہو مرتب محترم نے اپنے سینہ میں دھڑکتا ہوا دل، زندہ تمنائیں، ذوقِ ناظرہ رسول و آل رسول سے بے پناہ محبت کا جذبہ اور اسکی نشر و اشاعت کا عظیم حوصلہ پایا ہے بالخصوص ختم نبوت کے عقیدہ کے تحفظ میں آپ کی خدمات جلیلہ یادگیر کی تاریخ کا حصہ بن گئی۔ ''یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا''۔ ہر مدعی کے واسطے دار و رسن کہاں۔ نام محمد ﷺ کے ابجدی اعداد (۹۲) کی مناسبت سے اتنی ہی آیات۔ کے معانی و مفاہیم کا گلدستہ ۱۲۲ صفحات پر دورِ حاضر کی فکری و عملی تاریکیوں میں شمع ہدایت کا کام کر رہا ہے۔ اس کتاب کو گھر گھر عام کیا جائے۔ لائبریریوں میں پہنچایا جائے۔ مجالس میں پڑھ کر سنایا جائے تاکہ مقصدِ تالیف کی تکمیل ہو جائے۔ مالک لوح و قلم مولف کی اس کاوش کو حسن قبول عطا فرمائے اور ان کے لئے اور جمیع اہل خانہ کیلئے زادِ آخرت ذریعہ شفاعت سلطان مدینہ بنائے۔

آمین بجاہ طٰہٰ و یٰسین والحمد للہ رب العالمین۔ فقط۔۔ مخلص

شاہ محمد فصیح الدین نظامی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

از: غلام نبی شاہ نقشبندی قادری

بانی و سرپرست شاہ ایجوکیشنل سوسائٹی حیدرآباد

نحمدہ و نصلی علی نبی الکریم

اما بعد!

کتاب ''عظمت مصطفےٰ علیہ قرآن میں'' تفصیل سے دیکھنے کا موقع ملا۔ کتاب کے فاضل مرتب عاشق رسول مولوی الحاج حضرت فقیر محمد خوط نقشبندی قادری صاحب یادگیری (کرناٹک) ایک طویل عرصہ سے کتاب کی اشاعت کیلئے کوشاں تھے۔ بالآخر ۱۴۲۹ھ میں حج و زیارات اور بالخصوص دربار رسالت مآب ﷺ کے فیوض و برکات اور انوارات سے معمور ہو کر ''عظمت مصطفیٰ ﷺ قرآن میں خوشنما خوش رنگ اور دیدہ زیبی سے مزین کرتے ہوئے زیور طبع سے آراستہ و پیراستہ کر دیئے۔

عزیزان اسلام! یوں تو قدرت کی طرف سے ازل سے عظمت و شان اور اختیارات سیدنا محمد مصطفےٰ ﷺ آشکارا ہوتے رہے ہیں۔ مثلاً عرش اعلیٰ کی پیشانی پر اور تمام آسمانوں اور جنتوں کے دروازہ پر اور غلمان کے سینوں پر اور حوروں کی آنکھوں میں اور جنت کے درختوں کے ہر پتے پر عظمت و شانِ سیدنا محمد مصطفےٰ ﷺ آشکارا ہو رہی ہے۔ طبرانی۔ الحاوی للسیوطی)

اسی طرح سیدنا آدم علیہ السلام کی پشتِ مبارک پر قدرت نے علانیہ طور پ ''محمد رسول اللہ خاتم النبیین'' لکھ دیا تھا (ابن عاسکر ترجمان السنہ ج ۱، ص ۳۹۲، خصائص کبریٰ) اسی طرح حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو قرب الٰہی کیلئے شانِ سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ میں درود بھیجنے کا خود قدرت کی طرف سے تلقین فرمائی گئی (السخاوی) اور حضرت سلیمان علیہ السلام تو شان مصطفوی میں اکثر نعت گنگناتے رہتے تھے۔ (انجیل)

اسی طرح طلوع اسلام سے ہی صحابہ کرام ۔ تابعین و تبع تابعین ائمہ و مجتہدین اور بزرگان دین میں جب بھی عشق رسول کا غلبہ طاری ہو جاتا تو وہ نثر و نظم میں قلم چلانا شروع کر دیتے ۔ جنکی لاکھوں کروڑوں مثالیں موجود ہیں ۔ مثلاً حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے فرمایا واحسن منک لم تر اقط عینی ۔۔ اور عاشق رسول علامہ عبدالرحمٰن جامیؒ نے کیا خوب کہا ۔ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر ۔۔ اور حضرت الشیخ مصلح الدین شیرازی نے بھی کہا ۔ بلغ العلیٰ بکمالہٖ کشف الدجیٰ بجمالہٖ اسی طرح حکیم السلام حضرت علامہ ڈاکٹر سر محمد اقبالؒ نے اپنے عرفانی انداز میں کہا کہ ۔۔ نگاہِ عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر وہی قرآن وہی فرقان وہی یٰسں وہی طٰہٰ ۔

اسی طرح میرے قدیم پر خلوص ہم مشرب دوست مولوی الحاج فقیر محمد خوط نقشبندی قادری صاحب میں بھی خلوص وللّٰہیت کیساتھ عشق رسول کارفرما ہوا ۔ آپ نے ضرورت دوراں کے تقاضوں کے مقدس کتاب ''عظمت مصطفےٰ ﷺ قرآن میں'' مرتب کر ڈالی اگرچیکہ کتب کی تیاری میں طویل مدت اس لئے ہوئی کہ امہات الکتب سے بڑی گہرائی اور گیرائی سے تحقیق کر مضبوط اور ناقبل انکار دلائل سے پوری کتاب کو معمور کر دیا گیا ۔ فاضل مرتب نے ماضی قریب کے مجدد حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمہ اور [illegible] علامہ طاہر القادری مدظلہ کے تراجم اور تفاسیر سے حوالے اور متن درج کر کے کتاب میں ندرت اور کمال پیدا کر دیا اور ساتھ ساتھ صحاح ستہ کے حوالے دیکر شکیوں کے شکوک کو کافور کر دیا ۔ اسی طرح قاری کو جابجا شان نزول کے آئینے دکھا کر قارئین کتاب کے دل و دماغ کی گہرائیوں میں حقائق اُتارنے کا موثر سامان بھی فراہم کر دیا ۔ میرے دینی بھائی حضرت الحاج فقیر محمد خوط نقشبندی و قادری صاحب اسم بامسمی قرآن پاک کی ۶۶۶۶ آیات سے بھی عظمت وشان سیدنا محمد مصطفےٰ ﷺ پر کتاب مرتب کر سکتے تھے ۔ لیکن طوالت وضخامت کے اندیشوں سے صرف ۹۲ آیات شریفہ پر اکتفا کر بیٹھے ۔ اس معنوی اختصار میں بھی عشق و محبت ''محمد ﷺ'' پوری آب و تاب

کیساتھ جھلک رہا ہے۔ میرے تحت علم وتحت تجربہ یقین ہے کہ جو کوئی ''عظمت مصطفےٰ ﷺ قرآن میں'' پڑھنا شروع کرتے ہی اُسکی محبت رسول یقیناً عشق رسول بن کر قاری کو حلاوت ایمانی عطا کریگا۔

کتاب میں درج شدہ دلائل کی بنیاد پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ کتاب اسلام کے عقائد حقہ کا ڈاکومنٹ بن گئی۔ کتاب میں بے پایاں خوبیوں کو نہایت آسان اور سہل اور عام فہم بنا کر فاضل مرتب نے عامۃ المسلمین کے مطالعہ کیلئے فراہم کردیا۔

دعا: اللہ تعالیٰ اپنے حبیب پاک ﷺ کے صدقے وطفیل میں دربارِ رسالت کے معنوی فقیر الحاج مولوی فقیر محمد خوط نقشبندی قادری کو دنیا وآخرت میں ثوابِ عظیم اور اجر جزیل سے مالا مال کردے اور انکے اہل وعیال اور اہل خاندان کو دنیا کی ہر جائز مراد پوری کرتے ہوئے آخرت میں شفاعت شفیع المذنبین سے سرفراز کردے۔

آمین ثمہ آمین بجق طٰہٰ یٰس

دعا گو خاکِ کفِ پائے آلِ نبیؐ

غلام نبی شاہ نقشبندی قادری

۱۱/ ربیع الاول ۱۴۳۰ھ دوشنبہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

از: مفتی محمد حسن الدین نقشبندی قادری

صدر مفتی جامعۃ المومنات حیدرآباد و مفتی دارالفتاء

روضۂ شیخ گلبرگہ شریف

حامداً و مصلیاً و مسلماً ....

اما بعد !

قد آور شخصیت جناب الحاج فقیر محمد صاحب خوط نقشبندی القادری بحیثیت خادم اہل سنت و جماعت علاقہ یادگیر کرناٹک میں مشہور و معروف ہیں۔ موصوف نے اپنی زندگی کا بڑا حصہ حفاظت مذہب حق اہل سنت میں صرف کر دیا۔ اصلاح عقائد و اعمال کی ہر تحریک کے روح رواں ہیں۔ دینی و مسلکی جلسوں جلوسوں و تنظیموں سے وابستہ رہتے ہوئے جذبہ خیر کے ساتھ دین حق کی خوب خدمت کئے اور کر رہے ہیں سچے عاشق رسول بھی ہیں۔ عظمت رسالت کے علمبردار بھی ہیں۔ پیش نظر کتاب ''عظمت مصطفی ﷺ قرآن میں'' راہِ عشق و عظمت مصطفیٰ کی رہبر ہے اور مؤلف کے عقیدہ و عشق کی ترجمان بھی ہے۔ موصوف نے اس تالیف کے ذریعہ دنیائے تالیف و تصنیف میں قدم رکھا ہے اور اپنی ایک نئی شناخت بنائی ہے موصوف کی یہ کوشش یقیناً مستحسن ہے ان کے جذبہ عشق نے ہی یہ کام کر دکھایا ہے۔ اس کتاب کے لکھنے کی جو محرکات تھیں خود صاحب کتاب نے مقدمۃ الکتاب بنام عرض حال میں تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ مؤلف نے اس کتاب مستطاب کی تالیف کے ذریعہ قارئین کو ایک نئی جہت عطاء کی ہے۔ ہر وہ عنوان جو شانِ رسالت کو واضح کرتا ہے قاری کیلئے مختلف تفاسیر کے حوالے سے مؤکد مضمون مل جاتا ہے کم و بیش ایک ایک صفحے کے مضامین مدلل و مفسر ہیں گویا کہ کتاب آیاتِ شانِ رسالت کی تفسیر کا گلدستہ ہے اگرچہ دنیائے کتاب میں ہر موضوع سے متعلق کتابیں پائی جاتی ہیں لیکن مؤلفِ ہذا الکتاب نے بڑی سے بڑی بات بھی نہایت آسان انداز میں قاری کے

قلب وذہن تک پہنچانے کی بڑی اچھی کوشش کی ہے اور یہ کتاب کم پڑھے لکھے آدمی کو جام عشق رسالت سے سرشار ومست کردینے کیلئے کافی ہے اور نہ صرف روح کو گرمادینے اور قلب کو تڑپادینے میں اکسیر ہے بلکہ بھٹکے ہوئے آہو کو سوئے حرمِ عشق لے جاتی ہے

دورِ حاضر کی دین بیزار تحریکوں اور اعداء رسول کی ناپاک سازشوں کی مسموم ہواؤں کیلئے نہ صرف تیر بہدف ہے بلکہ مشامِ جان وایمان کو معطر کردینے والی مجموعہ عطریات ہے۔

بڑوں و بچوں سب سکے لئے یکساں مفید ہے دینی مدارس کے چھوٹے طلبہ کیلئے تقاریر کی مشق کروانے اور نثر میں عشق رسولؐ کے ترانے پڑھائے جانے کیلئے کارآمد ہے۔ حُب رسول وآلِ رسول کی خصیلت پر تادیب کیلئے ہر گھر میں رکھی اور پڑھی جانے کے لائق ہے۔ کتاب کے ہر ورق کو تفصیل سے پڑھنے کا موقعہ تو نہ ملا البتہ اجمالی طور پر مطالعہ سے گلہائے عشق وعظمت رسول ﷺ محل ایمان یعنی قلب میں کھل گئے اور روح ایمان معطر ہوگئی۔ اگرچہ ۱۲۰ صفحات پر مشتمل یہ کتاب بمصداق مقولہ فارسی "ہر کہ بقامت کہتر بہ قیمت بہتر عشق وعظمتِ رسول کی موتیوں سے بھری ہوئی ہے لاقیمت ہے۔ آخر میں اللہ پاک سے دعاء ہے کہ اس کتاب کے فیض کو عام کرے اور وہ مقبول خاص وعام ہوجائے مؤلف کی سعی کو قبول فرمائے اور دارین میں آباد و بامراد رکھے۔ آمین بجاہ سیر المرسلین ﷺ۔

مفتی محمد حسن الدین نقشبندی قادری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی حبیبہ الکریم

از: شیخ شاہ محمد افضل الدین جنیدی المعروف بہ سراج بابا ریسرچ اسکالر گلبرگہ یونیورسٹی
(فرزند شیخ شاہ محمد تاج الدین جنیدی سجادہ نشین روضہ شیخ دکن" شیخ روضہ، گلبرگہ شریف)

بقول شمیم القادری۔۔۔

مشغلہ کاش نہ ہو ایک عبادت کے سوا
مصحفِ روئے شہ دیں کی تلاوت کے سوا
میں نے قرآن مقدس کی تلاوت کی ہے
کچھ نہیں پایا میرے سرکار کی مدحت کے سوا

حضور عائشہ صدیقہؓ کے قولِ مبارک " کان خلقہ القرآن "، یعنی حضور اکرم ﷺ کے اخلاق قرآن ہے" اس قولِ روشن سے یہ بات مترشح ہے کہ تمام قرآنِ پاک حضور اکرم ﷺ کے محاسن و محامد، قدر و منزلت، رفعت عظمت، فضائلِ مبارک، شمائل مبارک، خصائل مبارک اور ذکر جمیل پر مشتمل ہے۔ مفتی احمد یار خاں نعیمی " شانِ حبیب الرحمٰن من آیاتِ القرآن "، کے مقدمہ میں یوں رقمطراز ہیں۔

" حقیقت یہ ہے کہ اگر قرآنِ کریم کو بنظر ایمان دیکھا جائے تو اس میں اول سے آخر تک نعت سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام معلوم ہوتی ہے۔ حمد الٰہی ہو یا بیانِ عقائد گذشتہ انبیاء کرام اور ان کی امتوں کے واقعات ہوں یا احکام، غرض قرآنِ کریم کا ہر موضوع اپنے لانے والے محبوب کے محامد اور اوصاف کو اپنے اندر لئے ہوئے ہے"

الحاج فقیر محمد صاحب کی مرتبہ تصنیف " عظمت مصطفیٰ ﷺ قرآن میں " کے بعض مقامات کا

مطالعہ ہوا جس میں موصوف نے بڑی ہی عرق ریزی وحسن خوبی سے حضور اکرم ﷺ کے شان و عظمت کو قرآنِ پاک کے آیاتِ مقدسہ کی روشنی میں پیش کیا ہے۔ جس میں صاحب تالیف نے اس امر کو مدِ نظر رکھا ہے کہ چند نام نہاد مسلمانوں کی جانب سے حضور اکرم ﷺ کی ذاتِ مقدسہ اپنے کم علمی وکج فہمی کے باعث تعلقِ غلامی کو کمزور کرنے کی ناکامیاب کوشش کی جارہی ہے۔ اس عمل بد کی تردید کی خاطر مؤلف نے ایسے موضوعات کا انتخاب کیا ہے جس سے حضور اکرم ﷺ کی ذات سے والہانہ عشق ومحبت اور تعظیم وادب کا تعلق مضبوط ومربوط اور بحال ہو جائے

میں یہ سمجھتا ہوں کہ سرکار دو جہاں ﷺ کی ذاتِ ستودہ صفات کی عظمت ورفعت کو قرآنِ کریم کے حوالے سے مطالعہ کیا جائے تو ''بشریت ومثلیت،، کے اصرار کا جو فتنہ ہمارے ماحول میں پنپ رہا ہے اُس کا ازالہ ہو جائے گا۔ کیونکہ ''بشریت ومثلیت'' پر ایمان لانا ضروری ہے لیکن اس جہت کا اصرار جو شر پسند ذہنوں کی سازش ہے۔ جس سے ایمان کا چراغ مرجھا جاتا ہے۔ محبت وعقیدت کا جو تعلق حضور اکرم ﷺ کی ذاتِ مقدسہ سے ہے اس میں زوال آجاتا ہے۔ اور رشتہِ غلامی کٹ کر رہ جاتا ہے جس کا نتیجہ ایمانی زوال کے ساتھ ساتھ قلب فتنہ وفساد کا شکار ہو جاتا ہے۔ ایک مومنانہ صفات کا حامل انسان حضور اکرم ﷺ کی نہ ''بشریت ومثلیت،، کا انکار کرسکتا ہے اور نہ ہی شانِ افضلیت' محبوبیت اور قربیت کا منکر ہوتا ہے۔ بلکہ جیسا کہ قرآن پاک میں کثرت سے سرکارِ دو جہاں ﷺ کے ہمہ پہلو شانوں کا ذکر ہوا ہے اُن اذکار کی روشنی میں حضور کی ذاتِ لطیف سے نسبت وغلامی کا تعلق بنائے رکھتا ہے۔ علامہ اقبال اُس کے تصورِ عشق کی غمازی یوں کرتے ہیں

نگاہِ عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر
وہی قرآں وہی فرقاں' وہی یٰسیں وہی طٰہٰ

لہذا ہم اس دور سے گذر رہے ہیں جس میں منکرین حدیث بھی موجود ہیں۔ محترم فقیر محمد صاحب نے وقت کی ضرورت کے پیش نظر حضور اکرم ﷺ کے ذاتِ مقدس کے ہمہ جہتی شانوں کو قرآنِ پاک کے آیات کی روشنی میں بترتیب پیش کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے۔ جو اُن کے دل میں موجود حضور اکرم ﷺ سے والہانہ عشق و محبت کی واضح دلیل ہے۔ اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ اس کاوش کو اپنے حبیب ﷺ کے نعلین پاک کے وسیلے سے قبول و منظور فرمائے۔ اور یہ تصنیف قبولیت عامہ کے شرف سے بحرآور ہو جائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین

احقر العباد

شیخ شاہ محمد افضل الدین جنیدی المعروف بہ سراج بابا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمده و نصلی علی رسوله الکریم

تقریظ

از: ڈاکٹر محمد عبدالحمید اکبر ایم اے پی ایچ ڈی
پروفیسر وصدر شعبہ اُردو وفارسی گلبرگہ یونیورسٹی گلبرگہ

زیرِ نظر کتاب ''عظمتِ مصطفیٰ ﷺ قرآن میں'' جسکو الحاج فقیر محمد خوط صاحب نے ترتیب دیا ہے۔ موصوفِ محترم نے اس کتاب میں سرکارِ دو عالم ﷺ کی عظمت کو قرآن مجید کے حوالے سے پیش کیا ہے۔ ویسے تو سارے کا سارا کلامِ مجید گلدستہ نعتِ رسول ﷺ ہے۔ لیکن مرتب محترم نے اُن ہی آیاتِ مبارکہ کا انتخاب کیا ہے جو بہ آسانی سمجھ میں آسکتی ہوں۔ آیات کے ترجمے کے لئے مفکر اسلام پروفیسر محمد طاہر القادری کے ترجمہ قرآن ''عرفانِ القرآن'' سے مدد لی گئی ہے۔ اور مختلف تفاسیر کے ذریعہ تشریح کی گئی ہے۔ الفاظ کا استعمال بہتر اور آسان انداز میں کیا گیا ہے۔ اور موقع کی مناسبت سے احادیث مبارکہ سے بھی آیات کی تشریح کی گئی ہے اپنی تحریر کو موضوع کے اعتبار سے اشعار سے بھی مزین کیا گیا ہے۔ مرتب کتاب نے سرکا ﷺ کی شان ورفعت' تعریف وتوصیف کو ۹۲ عنوانیات کے ذریعہ پیش کیا ہے ۔ اسمِ ''محمد'' کے معنی ہوتے ہیں بہت تعریف کیا گیا۔ اسی اسم کو علم الاعداد کی روشنی میں دیکھا جائے تو حاصل عدد ۹۲ آتا ہے۔ بس یوں سمجھ لیجئے کہ لفظ ''محمد،، کو وسیع کیا گیا تو زیرِ نظر کتاب بن گئی۔

آج مسلمانوں کے دلوں سے عشق مصطفیٰ ﷺ کو نکالنے کے لئے دشمنانِ اسلام سرکارِ دو جہاں ﷺ کی عظمت کو گھٹانے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں۔ لیکن جسے اللہ نے بڑھایا

ہوا سے کون گھٹا سکتا ہے۔ آج جن موضوعات پر یعنی سرکار ﷺ کے علم پر، سرکار ﷺ کے اختیارات پر حملے ہورہے ہیں تو کبھی سرکار ﷺ کی شان میں درود وسلام کے نذرانے پیش کرنے پر طرح طرح کے فتوے لگائے جارہے ہیں۔ ایسے ہی کئی سوالوں کے جوابات کے لئے قرآن کی آیتوں کے ذریعے سرکار مدینہ ﷺ کی عظمت بتلانے کی خاطر یہ کتاب ترتیب دی گئی ہے۔ اس سے قبل اس طرح کی کوشش حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ نے اپنی مختصر کتاب ''محمد رسول اللہ ﷺ قرآن میں'' کے عنوان سے کی تھی۔ جو مرتب کتاب ہذا کے لئے مشعل راہ ثابت ہوئی ہوگی۔ چنانچہ یہ کتاب اس اجمال کی تفصیل معلوم ہوتی ہے۔ انشاء اللہ اگر صدق دل سے اسکا مطالعہ کیا جائے تو آقائے دو جہاں ﷺ کی عظمت ومحبت دلوں میں پیدا ہو جائے گی۔ اور اللہ رب العزت دنیا وآخرت میں کامیاب وکامران فرمائے گا۔ بہر حال محترم الحاج فقیر محمد خوط صاحب کی یہ کوشش منفرد اور مفید عام ہوتے ہوئے عند اللہ ماجور و مشکور ہوگی۔ جس کے لئے موصوف مبارکبادی کے مستحق ہیں۔

پروفیسر محمد عبد الحمید اکبر

☆
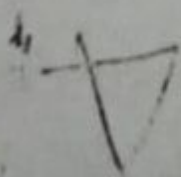
عرضِ ناشر

الحمد لله!

یہ ہماری خوش نصیبی ہے کہ خدمتِ دین سے معموراس کتاب کی اشاعت ہمارے حصہ میں آئی۔آج کے اس پُرآشوب دور میں ایسی کتابوں کی سخت ضرورت ہے۔جو عام فہم ہو آسان ہو۔اب ہر کوئی کسی نازک مسئلہ کا حل دقیق کتابوں میں تلاش نہیں کرسکتا۔ یاتو وہاں تک اسکی رسائی نہیں ہوتی یا پھر اس کی جستجو کاہلی کی نذر ہوجاتی ہے۔

ہمارے معاشرے کا ایک بڑا طبقہ افراط وتفریط میں مبتلا ہے۔علم سے دوری، مذہب سے دوری، اخلاق سے بیگانگی، انا پرستی آج کا شعارِ زندگی ہوچلا ہے۔ایسے میں اہلِ علم و دانش، اساتذہ، ائمہ و علماء پر بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اپنی دینی وعلمی صلاحتیں معاشرے پر صرف کریں۔

ہم مسلمان محمد ﷺ کے نام لیوا ہیں اور آپ ﷺ کے دین کے لیئے مرنے کو زندگی سے زیادہ محبوب رکھتے ہیں۔مسلمانوں کی قوت کا راز حضور ﷺ پر ایمان و یقین اور آپ کی ذات سے والہانہ محبت و وابستگی رہا ہے۔دل پہلے خاتم الانبیاء کی محبت سے سرشار تھے توانا تھے، مگر آج اتنے کمزور ہیں کہ حالت بیان سے باہر ہے۔آج ملتِ اسلامیہ کو سخت ضرورت ہے اُسی محبت، ایمان، اتحاد اور قوتِ عمل سے سرشار ہونے کی۔اور اس کے لیئے ضروری ہے کہ ہم حضور ﷺ سے اپنی وابستگی کو زندہ کرلیں۔

آپ ہی سے ہے شرف انسان کا ☆ ہے عروجِ آدمیت آپ سے

یہ یقین رکھیں کہ رسول اللہ بحیثیت رسول ہمارے درمیان موجود ہیں کیونکہ آپ کی لائی ہوئی کتاب قرآنِ مجید موجود ہے. آپ ﷺ کی سیرت، اخلاق، اسوہ حسنہ سب موجود ہیں. آپ کا دین موجود ہے. حلال وحرام میں اور عذاب وثواب کے لیئے کوئی عقلی دلیل یا کسی تجربہ کی ضرورت نہیں سوائے آپ ﷺ کے حکم کے. اتباعِ رسالت عین اطاعتِ الٰہی اور قربِ الٰہی ہے. جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے دراصل اللہ کی اطاعت کی. اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کی زبانی یہ فرمان دیا کہ اے نبی لوگوں سے کہہ دو کہ اگر تم حقیقت میں اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی اختیار کرو اللہ تم سے محبت کرے گا.

ہماری فتح اسی میں ہے کہ ہم حضور کی رسالت پر ایمان لائیں (جیسا کہ حق ہے) اپنے دل میں آپ ﷺ کی محبت بھر لیں، آپ کی محبت واطاعت اور آپ ﷺ پر اعتماد و یقین سے سرشار ہو کر چلیں. پہلے بھی اسی طرح فتح حاصل ہوئی تھی آج بھی لوگوں پر اور دلوں پر فتح حاصل کرنے کا یہی واحد طریقہ ہے.

آج ضرورت ہے ہر ممکن طریقے سے تحریر وتقریر سے اور جدید ذرائع سے لوگوں کو آپ ﷺ کی شخصیت کا بے مثال حسن سے، آپ کے خلقِ عظیم سے آپ کی رحمت وشفقت سے اور آپ ﷺ کی عظمت سے واقف کرایا جائے. تاکہ ہمارا ایمان تازہ باقی وسلامت رہے. اور ایمان کا دارومدار حضور ﷺ کی ذاتِ مقدسہ کی محبت پر منحصر ہے.

اللہ کی سر تا بہ قدم شان ہیں یہ ☆ ان سا نہیں انسان وہ انسان ہیں یہ
قرآن تو ایمان بتاتا ہے انھیں ☆ ایمان یہ کہتا ہے مری جان ہیں یہ

اس کتاب کی خصوصیت یہ ہے کہ سرکارِ کائنات کے متعلق کوئی بات ہو یا عقیدہ از روئے قرآن آپ بہ آسانی جان لے سکتے ہیں. موقع کی مناسبت سے موضوع اشعار کے انتخاب سے مزین اس کتاب کو ہر گھر ضرور میں ہونا چاہیئے. ہر ایک کے مطالعہ میں ہونا چاہیئے. اللہ تعالیٰ قارئین کو شعور وفکر عطا فرمائے اور رسول اللہ کی محبت سے سرشار کرے. آمین.

انتساب

والدین کریمین کے نام

جن کی شفقت نے

اس قابل بنایا

اللہ تعالیٰ بطفیل رسولہ الاعلیٰ

اُنھیں غریق رحمت کرے

آمین

نعمت محمد خوط

عرضِ حال

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین

شفیع المذنبین،انیس الغریبین،رحمت اللعلمین، امام الاولین والآخرین

احمد مجتبیٰ محمد مصطفی ﷺ وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین۔

لاکھ لاکھ شکر واحسان اُس اللہ ربُّ العزت کا جس نے ہمیں پیدا کیا مسلمان بنایا نعمتیں بخشیں،اور کروڑوں درود اُس رحمتِ تمام پر جس کے صدقہ میں ہمیں یہ زندگی ملی۔اور جن کی شفاعت پر ہماری بخشش موقوف ہے۔جن کی تعظیم،محبت واتباع ہمارا ایمان ہے۔

یہ میری بساط کہاں کہ اُس آقائے دوجہاں کی شانِ کریمی میں کوئی لب کشائی کروں جس کا ثناخواں خود خالقِ کائنات ہے اور جس کی شان کے ازل سے ڈنکے بج رہے ہیں اور تا بہ ابد بجتے رہیں گے۔ سچ تو یہ کہ ؎

مقاماتِ محمد کا اگر اظہار ہو جائے
خرد کی آنکھ لگ جائے جنوں بیدار ہو جائے

لیکن کیا بات ہے کہ آجکل خردمندوں کے اس دور میں آئے دن ہم دیکھ رہے ہیں کہ شانِ رسالت مآب میں گستاخیوں کا چلن عام ہوتا جارہا ہے۔غیر تو غیر ہیں لیکن اس میں ملوث ہمارے اپنے بھی ہیں۔جو دامنِ اسلام سے وابستہ ہیں لیکن خدا جانے اپنی کم علمی کی بنا پر کہتے ہیں یا کج فہمی کی بنیاد پر۔کہیں آپ ﷺ کو ہماری طرح ایک عام انسان کہہ لیا تو کہیں صرف ایک پیغام رساں کی حیثیت سے یاد کیا۔کہیں آقائے نامدار کے علمِ غیب کا انکار کیا جارہا ہے تو کہیں حاضر و ناظر ہونے یا نہ ہونے کی تکرار ہے۔حالانکہ علمائے ذی وقار اپنی تحریروں اور تقریروں سے اس کا تدارک کرتے آرہے ہیں۔لیکن یہ دیرینہ مرض ہے کہ اچھا نہیں ہوتا۔

☆☆

نت نئے اختلافات، نت نئے اعتراضات، عجیب دلائل، عقلی ہوں کہ نقلی، اور تعجب اس بات پر ہے کہ یہ تمام چیزیں اس ہستی کے یہاں آزمائی جارہی ہیں جن کے حضور آواز کا اُونچا ہونا بھی نیک اعمال کو ضائع کرتا ہے. اللہ تعالیٰ توفیقِ رفیق سے نوازے. حضورِ اقدس کی شان تو وہ شان ہے جسے آج تک پوری طرح سمجھا نہیں جاسکا. ذاتِ محمدی تو وہ ذات ہے کہ جسکی ثنا بھی مکمل طور پر نہیں کی جاسکی ہے. بس اتنا کہا جاسکتا ہے کہ ؎

کوشش تری ثنا کو بھی کم عمر بھر کی ہے ☆ اپنی جگہ ہے بات جو علم و ہنر کی ہے

بہر کیف اس کتاب کا مقصد کسی کی دلآزاری نہیں کسی پر تنقید نہیں کسی پر الزام نہیں محض حضورِ اقدس ﷺ کی شان میں اللہ تعالیٰ کا اپنے کلامِ مجید میں کیا فرمانِ عالی شان ہے اسے دیکھتے ہوئے قارئین اپنے عقیدہ و ایمان کو جلا بخشیں تو مجھ حقیر و فقیر کی یہ کوشش کامیاب ہے. کیونکہ جو بات بھی پیش کی گئی ہے وہ راست قرآنِ مجید کی آیات، ترجمہ و تفسیر سے ہے. قرآنِ مقدس کی ساری آیتوں میں شانِ رسالت مآب محفوظ ہے اس کتاب میں صرف اُن آیتوں کی نشاندہی کی گئی ہے جو بالکل واضح طور پر شانِ رسالت مآب کو ظاہر کرتی ہیں.

قوی امید ہے کہ ابھی دل اس قدر سخت نہیں ہوئے کہ قرآنِ مجید کا انکار کرسکیں. لہٰذا قارئین کرام سے میری گزارش ہے اور خصوصی التماس بھی کہ کتاب کو شروع سے آخر تک پڑھیں، ہادی و مولا حضورِ پُر نور ﷺ کا تصور پوری محبت کے ساتھ اپنے ذہن میں رکھیں. اللہ تعالیٰ راہیں کشادہ کرنے والا ہے.

کتاب کو آسان سے آسان بنانے کے لیئے شیخ الاسلام حضرت علامہ ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا ترجمہ "عرفان القرآن" کا انتخاب کیا گیا ہے جو محبت رسول سے مزین بھی ہے. ترجمہ کے درمیان کا حاشیہ ہر ایک بات کو سمجھنے میں نہایت آسانی پیدا کرتا ہے. مختصر تفسیر کے لیئے "بیان السبحان، ضیاء القرآن، کنزالایمان کا انتخاب کیا گیا ہے. روح البیان، خزائن العرفان وغیرہ مختلف تفاسیر از کتاب شانِ حبیب الرحمٰن و محمد رسول اللہ قرآن میں سے استفادہ کیا گیا ہے جن میں احکام و عقائد کے ساتھ ساتھ عظمتِ مصطفیٰ، محبت مصطفیٰ ﷺ کو بھی ملحوظ رکھا گیا ہے.

☆☆☆ علمی میدان میں کچھ بھی سہی لیکن محبتِ رسول کے میدان کا غازی ہوں. اللہ لاج رکھے میری زبان کی. مقصدِ کار یہی ہے کہ دلوں میں آقا ﷺ کی محبت جاگ اُٹھے جو عین ایمان ہے. اللہ سے دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے نوازے اور ہمارے دلوں میں سید کونین ﷺ کی عظمت و محبت کو دائم قائم رکھے.

کتاب کی ترتیب میں میرے دوست ڈاکٹر عبدالحمید اکبر صدر شعبہ اُردو و فارسی گلبرگہ یونیورسٹی گلبرگہ کے مشورے ہمت افزا ثابت ہوئے. میرے افرادِ خاندان جنہوں نے مجھے اس قدر سکون دیا کہ میں پورے اطمنان کے ساتھ کتاب کی ترتیب دے سکا تمام معاونین کا شکریہ ادا کرنا میرا حق ہے میں دل کی گہرائیوں سے شکر گزار ہوں اور دُعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ دونوں جہاں میں بہتر سے بہتر اجرِ عظیم عطا فرمائے. آمین.

کتاب کو حت المقدور غلطیوں سے پاک رکھنے کی کوشش کی گئی ہے اگر کہیں سہوا کوئی غلطی پائیں تو نشاندہی ضرور فرمائیں. تا کہ آئیندہ ایڈیشن میں اصلاح کی جا سکے. کتاب کے مطالعہ کے بعد اپنے اظہارِ خیال اور مشوروں اور دعاؤں سے بھی ضرور نوازیں. قبولیت کی امید میرے آقا ﷺ سے ہے. گر قبول افتد زہے عز و شرف۔

خاکِ پائے رسول

فقیر محمد خوط نقشبندی و قادری

۹-۵-۳، محلہ آثار شریف یادگیر ۵۸۵۲۰۱

رابطہ : ۹۹۱۶۲۰۳۳۸۱

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(۱) قرآن سرکارِ کائنات ﷺ پر نازل ہوا

قرآن وہ کتاب ہے۔ جس پر ایمان لائے بغیر کوئی مومن نہیں ہوسکتا۔ یہ کتاب جو هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ وهُدًى لِّلنَّاسِ ہونے کے ساتھ ساتھ هُدًى لِّلْعٰلَمِينَ بھی ہے۔ تمام عالمین کے لیئے ہدایت ہے۔ اس کتاب کی آیات جیسی کوئی ایک آیت بھی آج تک نہ لکھی جاسکی اور نہ لکھی جاسکتی ہے۔ اور قیامِ قیامت تک اس کتاب میں ذرہ برابر کی بھی تحریف یا ترمیم کی کوئی گنجائش نہیں۔ یہ قرآن جو اللہ کی کتاب ہے خود اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کا ذمہ اُٹھا رکھا ہے۔ ؎ جسے اللہ رکھے اُسے کون چکھے

ایسی کتاب کے نزول کے لیئے اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کے سینہ مبارک کا انتخاب فرمایا۔ جس کی تصدیق کے لئے آیتِ مبارکہ ملاحظہ فرمائیں۔

وَاٰمِنُوْ بِمَا اَنْزَلْتُ (پارہ۔۱، سورۃ البقرہ آیت ۴۱)

ترجمہ : اور اس (کتاب) پر ایمان لاؤ جو میں نے (اپنے حبیب محمد ﷺ پر) اُتاری (ہے)

یہیں سے قرآنِ مجید میں عظمت و رفعتِ مصطفیٰ کے اظہار کی ابتدا ہوتی ہے۔ اس آیتِ مبارکہ میں سرکارِ کائنات کی عظمت کا اظہار دیکھیئے کہ خود اللہ تعالیٰ اپنے کلام میں ارشاد فرماتا ہے (اگر ہم یہ قرآن کسی پہاڑ پر نازل فرماتے تو (اے مخاطب) تو اسے دیکھتا کہ وہ اللہ کے خوف سے جھک جاتا، پھٹ کر پاش پاش ہو جاتا (سورۃ الحشر آیت۔۲۱) تو اندازہ لگائیں کہ آقا ﷺ کے سینہ مبارک کی کیا کیفیت ہوگی۔ جس پر یہ قرآن نازل ہوا۔ اور ربِّ کائنات کی اپنے حبیب سے محبت دیکھیئے کہ قرآن کے نزول کے لیئے کسی خاص جگہ اپنے حبیب کو آنے کی زحمت بھی نہیں دی گئی بلکہ ؎ نعمتیں بانٹتا جس سمت وہ ذیشان گیا۔۔ وحیِ الٰہی لیکر جبریل وہاں وہاں پہنچے۔

(۲) سرکارِ کائنات ﷺ کا ادب لازم ہے

ادب گاہیست زیرِ آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید ایں جا

زیرِ آسماں ایک ایسا ادب کا مقام ہے جو عرش سے بھی نازک ہے جہاں جنیدِ بغدادیؒ اور بایزید بسطامیؒ جیسے لوگ بھی اپنی سانس روکے دبے پاؤں چلتے ہیں.

ادب کیجئے کہ شاہِ انبیا کا ذکر ہوتا ہے
محمد مصطفیٰ صلی علیٰ کا ذکر ہوتا ہے

اللہ ربُّ العزت نے اپنے کلامِ بلاغت نظام میں جگہ جگہ اپنے محبوب کا ادب سکھلایا ہے بقول علامہ اقبالؒ ؎ ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں۔ سرکارِ کائنات کی محبت کے بغیر کوئی مومن نہیں ہو سکتا بلکہ یوں کہا جائے تو بے جانہ ہوگا کہ ایمان اور کچھ نہیں ہے بجز عشقِ محمد ﷺ۔ اور آپ ﷺ کا ادب بھی ایمان کا جز ہے. آگے آنے والی آیت اسی درسِ ادب کا ایک حصہ ہے جو بہت اہم ہے. جس میں اس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ اپنے آقا کی شان بیان کرو یا آقا سے مخاطب بھی ہونا ہو تو ایسے الفاظ استعمال کرو جو اُن کے شایانِ شان ہوں. ادب کا ایک نازک پہلو اس واقعہ سے بھی ملتا ہے کہ

" شرح فقہ اکبر میں امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کا ایک واقعہ نقل فرمایا کہ ہارون رشید کے دستر خوان پر کدّو پک کر آیا. کسی نے کہا کدّو حضور ﷺ کو مرغوب تھا. دوسرے نے کہا مجھے پسند نہیں. اس پر امام ابو یوسف نے قتل کے ارادے سے تلوار نکال لی. اور حکم فرمایا کہ تو مرتد ہو گیا کیونکہ تو نے اپنی بے رغبتی کا حضور ﷺ کے مقابل میں ذکر کیا. اُس نے توبہ کی تب چھوڑ دیا. "

آقا علیہ السلام سے مخاطبت کے آداب سکھاتے ہوئے دیکھیئے وہ اللہ تعالیٰ کیا فرماتا ہے

يَا يُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْ لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوْا اُنْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا

(پارہ۔۱، سورۃ البقرہ آیت ۱۰۴)

ترجمہ : اے ایمان والو (نبی اکرم ﷺ کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لیئے)

رَاعِنَا مت کہا کرو بلکہ (ادب سے) اُنْظُرْنَا (ہماری طرف نظرِ کرم فرمایئے) کہا کرو

اور (اُن کا ارشاد) بغور سنتے رہا کرو

تفسیر : سرکارِ کائنات ﷺ جب مجمعٔ عام میں بیان فرماتے تھے تو جن صحابہ کرام کو بات سمجھ میں نہ آتی تھی تو وہ رَاعِنَا کا لفظ استعمال کرتے تھے جس کے معنی تھے یعنی ہمیں ایک بار اور سمجھایئے۔ لفظ رَاعِنَا سے مشابہ یہودیوں کی زبان میں ایک لفظ تھا جس کے معنیٰ چرواہے کے ہوتے ہیں جو حضور کی شان میں توہین آمیز تھا حضورِ اکرم کی توہین کرنے کی نیت سے یہودی رَاعِنَا کا لفظ استعمال کرتے تھے۔ مگر اللہ تعالیٰ کو اپنے محبوب کی توہین کب گوارہ تھی۔ اللہ تعالیٰ یہودیوں کے دل کا حال اور نیت اچھی طرح جانتا تھا اس لئے اپنے محبوب پیغمبر کی عزت کو محفوظ کرنے اس آیت کا نزول فرمایا جس میں ایمان والوں کو حکم دیا کہ میرے محبوب سے کچھ پوچھنا ہو تو لفظ رَاعِنَا کا استعمال نہ کرنا بلکہ اُنْظُرْنَا کہا کرو۔ اور پھر غور سے سننے کی بھی تاکید کیجا رہی ہے تاکہ بیان کے دوران دوبارہ دریافت کرنے کی ضرورت ہی نہ پڑے۔

(چنانچہ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے محبوب کی توہین گوارا نہیں اس لیئے ایمان والوں پر سرکارِ کائنات کا ادب لازم ہے ظاہر میں بھی اور باطن میں بھی)

(۳) آپ ﷺ خوشخبری سنانے والے اور ڈر سنانے والے ہیں

اللہ تعالیٰ نے سرکارِ رسالت ﷺ کو بلند منصب و مقامِ نبوت عطا کرنے کے باوجود آپ پر کسی طرح کی ذمہ داری نہیں رکھی. اللہ تعالیٰ کو یہ بھی ہرگز گوارہ نہیں کہ اُس کے محبوب کو کسی ذمہ داری کے احساس کی فکر گھیر لے. لیکن پھر بھی رحمتِ عالم ﷺ کا اپنی امت کے تئیں جو حال تھا علامہ صابر شاہ آبادی نے اُسے پیش کرنے کی کیا خوب سعی کی ہے ۔

وہ جس کو نزع کے عالم میں بھی احساسِ امت تھا
اُسے جب بھول سکتے ہیں تو پھر ہم میں رہا کیا ہے

چنانچہ ارشادِ باری ہے

إِنَّآ أَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّ نَذِيْرًا وَّلَا تُسْئَلُ عَنْ أَصْحٰبِ الْجَحِيْمِ (پارہ ۔ ۱، سورۃ البقرہ آیت ۱۱۹)

ترجمہ : (اے محبوبِ مکرم!) بیشک ہم نے آپ کو حق کے ساتھ خوشخبری سنانے والا اور ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا ہے ۔ اور اہلِ دوزخ کے بارے میں آپ سے پرسش نہیں کی جائے گی.

تفسیر : اس آیتِ کریمہ میں حضورِ اکرم ﷺ کے بہت سے فضائل و مراتب کا ذکر ہے. اولاً تو اس آیت کا مقصد یہ ہے کہ حضور کو کفار مشرکین کی حالت دیکھ کر رنج و ملال ہوتا تھا. رحمت کا تقاضہ یہ تھا کہ تمام لوگ ایمان لے آویں اور جنتی بن جائیں اور پروردگارِ عالم کا منشا یہ تھا کہ محبوب کا بدگو اور دشمن ہو وہ میری جنت کی بُو بھی نہ پاوے. کفار کے کفر اور ضد کو دیکھ کر قلب پاک کو صدمہ پہنچتا تھا. تسکینِ خاطر کے لیئے یہ آیتِ پاک نازل فرمائی کہ اے محبوب آپ کا فرض تھا تبلیغ کا فرمانا وہ بخوبی آپ نے انجام دیدیا اب آپ سے آخرت میں یہ سوال نہ ہوگا کہ لوگ ایمان کیوں نہ لائے آپ اس کے ذمہ دار نہیں ہیں.

اس آیت میں ایک اور شان کا اظہار کیا گیا ہے ملاحظہ فرمائیں۔ آیت مبارکہ کا پہلا جملہ یہ ہے "ہم نے آپ کو بھیجا" معلوم ہو کہ بھیجی جاتی ہے وہی چیز جو پہلے سے اپنے پاس ہو تو معلوم ہوا کہ حضور ﷺ دنیا میں تشریف آوری سے قبل رب کے حضور بارگاہِ خاص میں حاضر تھے. کس قدر حاضر رہے؟ اس کے متعلق ایک روایت تفسیرِ روح البیان میں زیرِ آیت لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ ہے کہ ایک بار حضور علیہ السلام نے حضرت جبریل سے دریافت کیا کہ تمہاری عمر کیا ہے؟ جبریل نے عرض کیا یہ تو میں نہیں جانتا بس اتنا جانتا ہوں کہ ایک ستارہ ستر ہزار سال کے بعد چمکتا تھا وہ تارہ میں نے ۷۲ ہزار بار دیکھا ہے. ارشاد فرمایا وہ ستارہ ہم ہی تھے.

(جو بارگاہِ خاص میں اسقدر حاضر ہوں اُن کے مراتب کا کیا پوچھنا.) ؎

نہیں صرف ترسٹھ برس عمرِ رحمت
ازل سے ابد تک قیام آپؐ کا ہے

(۴) ہمارے آقا ﷺ ہمارے گواہ ہیں.

اُس خالق و مالک کا احسان عظیم ہے کہ ہمیں اپنے اُس برگزیدہ محبوب پیغمبر کی اُمت میں پیدا فرمایا جس امت میں پیدا ہونے کی خواہش انبیاء علیہ السلام کو رہی. جس کی نسبتِ غلامی نے ہمیں اور نبیوں کی امت پر گواہ بنایا. یہ اعزاز صرف امتِ محمدیہ کو ہی حاصل ہے. ملاحظہ فرمائیں کہ قرآنِ مجید کیا کہتا ہے۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ
وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا (پارہ۔۱ سورۃ البقرۃ آیت ۱۴۳)

ترجمہ : اور (اے مسلمانو) اسی طرح ہم نے تمہیں (اعتدال والی) بہتر امت بنایا تاکہ تم لوگوں پر گواہ بنو اور (ہمارا یہ برگزیدہ) رسول ﷺ تم پر گواہ ہو۔

امتِ محمد یہ گواہ ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی. دنیا میں اسکی گواہی اسلام کی صداقت پر ہے. کیونکہ اسلامی تعلیمات وہ زندہ تصویر ہے. جب قیامت کے روز اگلے پیغمبروں کی اُمتیں اللہ تعالیٰ کے حضور میں عرض کرینگی کہ ہمیں کسی نے تیرا پیغام ہدایت نہیں پہنچایا تو اسوقت امتِ مصطفیٰ ﷺ گواہی دے گی کہ یہ جھوٹ بول رہے ہیں. تیرے پیغمبروں نے تو تیرا پیغام حرف بہ حرف پہنچا دیا تھا اور جب اِن پر اعتراض ہوگا کہ تم اسوقت موجود نہ تھے گواہ کیسے بن گئے تو یہ جواب دینگے کہ اے اللہ تیرے حبیب محمد مصطفیٰ ﷺ نے ہمیں بتایا کہ تیرے رسولوں نے تبلیغ کا حق ادا کر دیا اور نبی علیہ السلام اپنی امت کی صداقت اور عدالت کی گواہی دینگے. کیونکہ حضور اپنے امتیوں کے حالات سے پورے واقف ہیں.

چنانچہ حضرت عبدالعزیز محدثِ دہلویؒ اپنی تفسیر فتح العزیز میں تحریر فرماتے ہیں

(ترجمہ : تمہارا رسول تم پر گواہی دے گا. کیونکہ وہ جانتے ہیں اپنی نبوت کے نور سے اپنے دین کے ماننے والے کے رتبہ کو کہ میرے دین میں اس کا کیا درجہ ہے اور اسکے ایمان کی حقیقت کیا ہے اور وہ کونسا پردہ ہے. جس سے اسکی ترقی رُکی ہوئی ہے پس وہ تمہارے گناہوں کو بھی پہچانتے ہیں تمہارے ایمان کے درجوں کو تمہارے نیک و بد سارے اعمال کو اور تمہارے اخلاص اور نفاق کو بھی خوب پہچانتے ہیں. (ضیاء القرآن)

(۵) خدا چاہتا ہے رضائے محمد ﷺ

اگلی سطروں میں قرآن کی روشنی میں سرکارِ کائنات کی جس عظمت کا اظہار کیا گیا ہے اسے پڑھ کر ضرور آپ کا دل عظمتِ مصطفیٰ سے منور ہو جائیگا. اور ایک عاشق کی طرح آپ بھی گنگنانے لگیں گے کہ

جو منظورِ خدا ہے بس وہ مقصودِ محمد ہے
ارادہ ہے خدا کا جو بھی ہے منشا محمد کا

ذیل کی آیت مبارکہ اپنی پوری شان کے ساتھ عظمتِ مصطفیٰ ﷺ کو ظاہر کر رہی ہے کہ حضور سیدِ عالم ﷺ کی مرضی کے مطابق بیت المقدس سے کعبۃ اللہ کی طرف چہرۂ مبارک کو پھیرنے کا حکم ہو رہا ہے. سیدِ عالم ﷺ کو کعبۃ اللہ کو قبلہ بنایا جانا پسندِ خاطر تھا. چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کی رضا کے لیئے کعبہ کو قبلہ بنانے کا حکم نازل فرمایا.

قَدْ نَرٰی تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِی السَّمَآءِ فَلَنُوَلِّیَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَحَیْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ (پارہ ۲ سورۃ البقرۃ آیت ۱۴۴)

ترجمہ : (اے حبیب!) ہم بار بار آپکے رُخِ انور کا آسمان کی طرف پلٹنا دیکھ رہے ہیں سو ہم ضرور بالضرور آپ کو اسی قبلہ کی طرف پھیر دینگے جس پر آپ راضی ہیں.
پس آپ اپنا رُخ ابھی مسجدِ حرام کی طرف پھیر لیجئے
اور (اے مسلمانو) تم جہاں کہیں بھی ہو پس اپنے چہرے اُسی کی طرف پھیر لو.

تفسیر روح البیان میں اس آیت کی تفسیر یوں ہے کہ

"مکہ مکرمہ میں معراج کی رات نمازیں فرض ہوئیں اور کعبہ شریف قبلہ نماز مقرر ہوا. ہجرت کے بعد بجائے کعبہ شریف کے بیت المقدس کی طرف نماز پڑھنے کا حکم ہوا. یہ ہی یہود و نصاریٰ کا قبلہ تھا. اس پر یہودی طعنہ دیتے تھے کہ حضور علیہ السلام تمام احکام میں ہماری مخالفت کرتے ہیں مگر ہمارے قبلہ کی طرف نماز پڑھتے ہیں. اس اعتراض کی وجہ سے اور اس لیئے بھی کہ کعبہ معظمہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بنایا ہوا ہے اور حضور ﷺ ابراہیمی ہیں. حضور علیہ السلام کی خواہش یہ تھی کہ ہمارا قبلہ کعبہ معظمہ ہی رہے. (۱۷) سترہ مہینے ہو چکے تھے بیت المقدس کی طرف نماز پڑھتے پڑھتے. ایک دن حضرت جبریل علیہ السلام سے حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ جبریل ہمارا دل چاہتا ہے کہ ہم کعبہ شریف ہی کی طرف نماز پڑھا کریں.

حضرت جبریل نے عرض کیا یا حبیب اللہ میں بندۂ الٰہی ہوں بغیر حکم کے کچھ بھی عرض نہیں کرسکتا ہاں حضور حبیب اللہ ہیں آپ کی دُعا کبھی بھی رد نہیں ہوتی. حضور دُعا فرمائیں. یہ عرض کر کے حضرت جبریل چلے گئے. حضور سیدِ عالم ﷺ وحی کے انتظار میں سرِ مبارک اُٹھا کر آسمان کی طرف دیکھنا شروع کیا کہ شائد اب وحی آتی ہو قبلہ بدلنے کے لیئے پروردگارِ عالم نے یہ محبوبانہ ادا نہایت پسند فرمائی. اور اس آیت میں ارشاد فرمایا کہ اے محبوب ﷺ آپ کی اس پیاری ادا کو ہم دیکھ رہے ہیں کہ آپ بار بار سرِ مبارک آسمان کی طرف اُٹھا رہے ہیں اچھا ہم اُس کو آپ کا قبلہ بنا دیتے ہیں جسے تم چاہو"

اُنکی مرضی پر بدل جاتا ہے قبلہ دیکھنا
دیکھنے والو ذرا یہ حُسنِ منشا دیکھنا
لوٹنا خورشید کا شق القمر کا معجزہ
دیکھنے کے بعد پھر کیا رہ گیا دیکھنا

(٦) سرکار ﷺ کی پیروی اللہ کا محبوب بناتی ہے

اللہ تعالیٰ کا اپنے حبیب کی رفعت کو ظاہر کرنے کا نرالا انداز ملاحظہ فرمائیں کہ جو اللہ تعالیٰ سے محبت کا دعویٰ کرتا ہے اُس پر لازم ہے کہ وہ اُس کے حبیب کی پیروی کرے. پھر اللہ اُس سے محبت کریگا۔ یہ شرط بھی مقامِ مصطفیٰ و عظمتِ مصطفیٰ ﷺ کو سمجھنے کے لئے کافی ہے. اور اس سے آگے اللہ تعالیٰ کو یہ گوارہ نہیں کہ کوئی اُس کے حبیب سے روگردانی کرے. ایسے لوگوں کا ایمان سے خارج ہونا بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے کلامِ بلاغت نظام میں واضح طور پر نشاندہی کی ہے. آیت ۔ ملاحظہ فرمائیں۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِىْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ الرَّحِيْمٌ. قُلْ اَطِيْعُوْا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ (پارہ۔۳ سورۃ آلِ عمران آیت ۳۲،۳۱)

ترجمہ : (اے حبیب) آپ فرمادیں۔ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو۔تب

اللہ تمہیں (اپنا) محبوب بنالے گا.اور تمہارے لئے تمہارے گناہ

معاف فرمادے گا.اور اللہ نہایت بخشنے والا مہربان ہے۔ آپ فرمادیں کہ

اللہ ورسول ﷺ کی اطاعت کرو. پھر اگر وہ روگردانی کریں تو اللہ کافروں کو پسند نہیں کرتا.

خدا بھی اُن پہ ہے کتنا شیدا کہ یوں محمدؐ سے کہدیا ہے

جو میرا بندہ تمہارا ہوگا اُسی کی بے شک نجات ہوگی

تفسیر : حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ کعبہ کے اندر کچھ قریشی اشخاص بتوں کی پوجا کررہے تھے .مورتیوں کو خوب بنایا سجایا تھا.اِن پر شتر مرغ کے انڈے لٹکائے تھے اتنے میں حضور والا ﷺ اندر داخل ہوئے کیفیتِ حاضرہ ملاحظہ فرما کر ارشاد فرمایا قریش تم نے اپنے آباد اجداد یعنی حضرت اسمٰعیل و حضرت ابراہیم علیہم السلام کے طریقے سے روگردانی کرلی.کفار بولے ہم اُن کو اللہ تعالیٰ کی محبت کے لیئے پوجتے ہیں تاکہ اِن کے ذریعہ سے خدا سے ہمارا قرب بڑھ جائے.اسوقت یہ آیتِ مذکورہ نازل ہوئی.

آیت کا حکم عام ہے.اور محبتِ الٰہی کے مدعیوں کو آزمانے کے لئے معیارِ صداقت و کذب ہے.اگر وہ طریقۂ محمدی ﷺ پر نہیں ہیں تو جھوٹے ہیں.محبتِ الٰہی میں آدمی سچا اُسی وقت ہوسکتا ہے جبکہ تمام اقوال و اطوار میں شرعِ محمدی ﷺ کی اتباع کرے.اور سرِ مو اس سے تجاوز نہ کرے.حدیثِ صحیح میں آتا ہے فرمایا نبی کریم ﷺ نے جس شخص نے ہمارے حکم کے خلاف کوئی کام کیا وہ کام غیر مقبول ہے.

حاصل ارشاد یہ ہے کہ ان مشرکوں سے کہد یجئے کہ اگر تم کو محبت الٰہی کا دعویٰ ہے اور قرب الٰہی کے خواستگار ہو تو اُن کے احکام کی تعمیل کرو.اور میرے احکام کو مانو.میری اطاعت سے کو یہ فائدہ حاصل ہوگا کہ خدا تم سے راضی ہو جائیگا اور تمہارے گناہوں کو معاف

فرمادے گا. اگر یہ لوگ خیال کریں کہ احکامِ الٰہی کی اطاعت تو خیر ضروری ہے غیرِ خدا کے احکام کیونکر مانیں تو آپ اُن سے کہد یجئے کہ خدااور رسول دونوں کی فرمابرداری لازم ہے. رسول کی فرمان پذیری بعینہ خدا کی اطاعت ہے. اگر اس بات کو مان لینگے اور اطاعتِ رسول کرنے لگیں گے تو محبت الٰہی کے دعوے میں سچے سمجھے جائینگے. اور نہ مانیں گے تو دعویٰ محبت میں جھوٹے ہیں. ایسے کافروں سے خدا محبت نہیں کرتا نہ انکو رضائے الٰہی حاصل ہو سکتی ہے.

مقصودِ بیان : محبت اگر چہ قلبی فعل ہے اس کے ثبوت کے لیئے عملی مظاہرہ ضروری ہے. محبوب کے اوامر ونواہی پر پابند ہوئے بغیر دعویٰ محبت غلط ہے. اتباعِ رسول سے اللہ بھی راضی ہو جاتا ہے. اور بندوں سے محبت کرتا ہے. اللہ اور رسول کی اطاعت ایک ہی چیز ہے. ایک کی نافرمانی سے دوسرے کی نافرمانی لازم آتی ہے. جو شخص سنتِ رسول کا پیرو نہیں وہ محبت الٰہی کے دعوے میں جھوٹا ہے. ایسے شخص سے اللہ بھی محبت نہیں کرتا اسلام سے تمام سابق گناہ معاف ہو جاتے ہیں. رسول اللہ ﷺ کی خلاف ورزی کفر ہے. (بیان السبحان)

(۷) نبی آخر الزماں ﷺ کا علمِ غیب.

بعض کی اصطلاح میں نبی کے معنی خبر رساں کے ہیں مگر صحیح معنیٰ غیب کی خبر دینے والا ہیں. اب دیکھنا یہ ہے کہ نبی کونسی خبر پہنچانے والا ہے۔ سورج طلوع ہو چکا، چاند چھپ گیا، آج جمعرات ہے، یہ زمین ہے وہ آسمان ہے کیا نبی یہ خبر پہنچانے والا ہے؟ نہیں ہرگز نہیں. ہاں البتہ نیک اعمال کا بہتر اجر ہے، بُرے اعمال کی کڑی سزا ہے، اُمتِ سابقہ نے ایسا کیا تھا تو اُس کا نتیجہ یہ ہوا، تم ایسا کرو تو تمہیں یہ حاصل ہوگا یہ خبر ضرور ایک نبی ہی دے سکتا ہے کیونکہ نبی صرف خبر دینے والا نہیں بلکہ غیب کی خبر دینے والا ہے. جنت، دوزخ، پل صراط وغیرہ ایسی خبریں ہیں جو ایک نبی ہی دے سکتا ہے. اللہ کے حبیب ﷺ افضل الانبیاء والمرسلین ہیں آپ جیسا نہ کبھی تھا نہ کبھی ہوگا. آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے خاتم النبیین بنا کر مبعوث فرمایا ہے. اب آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا۔

مطلب یہ کہ اب کوئی خبر حاضر کی ہو یا غیب کی باقی ہی نہیں رہی. اگر ایسا نہیں ہے تو پھر کوئی ایسا انکشاف بتلایئے جس کی خبر رحمت عالم ﷺ نے نہ دی ہو. معلوم ہوا کہ نبی غیب کی خبریں دینے والا ہوتا ہے. اب سوال یہ ہے کہ نبی کس قدر غیب کی خبر رکھتے ہیں یہ تو وہی جانیں جنہیں عطا ہوا یا وہ جس نے عطا کیا ہے۔ بس اتنا کہا جا سکتا ہے۔

اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا ☆ جب نہ خدا ہی چھپا تم پہ کروڑوں درود

ویسے یہ نازک موضوع علماء کرام کا خاصہ ہے لیکن یہ ساری لب کشائی معاشرہ میں پھیلے انتشار و بے راہ روی کے زیرِ اثر ہر ایک کو سنجیدگی سے غور کرنے کی دعوت ہے. قرآنِ حکیم میں متعدد جگہ علمِ غیب نبی کا ذکر آیا ہے ذیل کی آیتِ مبارکہ بھی اُسی علمِ غیب پر دلالت کرتی ہے. بلا شک وشبہ قرآنِ پاک کی کسی آیت کا کسی مسلمان کو انکار نہیں ہو سکتا. ملاحظہ فرمائیں۔

ذٰلِكَ مِنْ اَنۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ اَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ

(پارہ۔۳ سورۃ آل عمران آیت ۴۴)

ترجمہ : (اے محبوب) یہ غیب کی خبریں ہیں جو ہم آپ کی طرف وحی فرماتے ہیں. حالانکہ آپ (اسوقت) ان کے پاس نہ تھے اور جب وہ (قرعہ اندازی کے طور پر) اپنے قلم پھینک رہے تھے کہ ان میں سے کون مریم کی کفالت کرے. اور نہ آپ اسوقت ان کے پاس تھے جب وہ آپس میں جھگڑ رہے تھے.

تفسیر : یہ ذکریا علیہ السلام و مریم علیہ السلام کے واقعات اور یحیٰ علیہ السلام کی پیدائش کے قصے اور مریم کی کفالت و سرپرستی کے تنازعات غیب کی خبریں ہیں. حضور ﷺ کو علم نہ تھا کیونکہ آپ ﷺ نے انجیل و توارت نہیں پڑھی اور نہ اہل کتاب کی صحبت میں رہے. بلکہ اللہ تعالیٰ وحی کے ذریعہ سے آپ ﷺ کو ان واقعات سے مطلع فرما رہا ہے۔

ورنہ سرکارِ دوعالم کے پاس کوئی علم کا ذریعہ نہ تھا حضور ﷺ اسوقت موجود نہ تھے جبکہ مریم کی والدہ کے پاس مریم کو لائی تھیں ۔مریم کا کفیل بننے کے لیئے لوگ نہروں میں اپنے اپنے (توریت لکھنے کے) قلم بطورِ قرعہ ڈال رہے تھے ۔اور سب نے فیصلہ کرلیا تھا کہ جس کا قلم پانی میں ٹھہر جائے وہی مریم کی کفالت کرے ۔اور سرکارِ مدینہ اسوقت بھی موجود نہیں تھے جبکہ لوگ باہم مریم کی کفالت کے متعلق جھگڑ رہے تھے ۔بلکہ یہ غیر معلوم واقعات اللہ تعالیٰ وحی کے ذریعہ اپنے حبیب ﷺ کو بتا رہا ہے۔

(۸) تمام انبیاءؑ نے سرکارِ رسالت ﷺ پر ایمان لانے کا عہد کیا۔

اب آیئے شانِ محمدی کے اظہار کے اس پہلو پر بھی غور فرمایئے کہ سید الرسل ﷺ کی کیا شانِ رسالت ہے ۔افضل الانبیاء پر ایمان کی ۔ سرِ میثاق نبیوں نے دل وجاں سے گواہی دی

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَآ اٰتَیْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّ حِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ۔ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَ اَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِیْ۔ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا۔ قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِیْنَ۔
فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ۔

(پارہ ۔۳ سورۃ آل عمران آیت ۸۲،۸۱)

ترجمہ : اور (اے محبوب! وہ وقت یاد کریں) جب اللہ نے انبیاء سے پختہ عہد لیا کہ جب میں تمہیں کتاب اور حکمت عطا کردوں پھر تمہارے پاس وہ (سب پر عظمت والا) رسول (ﷺ) تشریف لائے جو اُن کتابوں کی تصدیق فرمانے والا ہو جو تمہارے ساتھ ہونگی تو ضرور بالضرور اُن پر ایمان لاؤ گے اور ضرور بالضرور اُنکی مدد کروگے ،فرمایا کیا تم نے اقرار کیا اور اس (شرط) پر میرا بھاری عہد مضبوطی سے تھام لیا؟ سب نے عرض کیا ہم نے اقرار کرلیا۔ فرمایا کہ تم گواہو جاؤ اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں۔

تفسیر : اس آیت کے تفسیری معنیٰ سمجھنے سے قبل اس امر کو جان لینا ضروری ہے کہ اس آیت میں رسول مصدق سے کون مراد ہیں اور میثاق النبیین کے کیا معنیٰ ہیں.

رسول مصدق سے نبی آخر الزماں ﷺ کی ذاتِ بابرکات مراد ہے. اور میثاق انبیاء کے یہ معنیٰ ہیں کہ خدا تعالیٰ نے ہر نبی سے ازل ہی میں یہ عہد لے لیا تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی تصدیق کرنا، اُن پر ایمان لانا. مطلب یہ کہ ہر نبی کو یہ حکم دیدیا گیا کہ تم اپنے بعد آنے والے نبی کی تصدیق کرنا اور اسکی مدد کرنا بشرط یہ کہ تم اُن کے زمانے تک زندہ رہو، ورنہ اپنی امت کو ہدایت کر جانا کہ میرے بعد جو نبی پیدا ہو تم اسکی ہدایت قبول کرنا اور یہ سلسلہ نبی آخر الزماں تک پہنچتا ہے.

مقصودِ بیان : حضور ﷺ سالارِ انبیاء ہیں ہر نبی نے حضور ﷺ کی رسالت کی تصدیق کی اور دنیائے اسلام کے ہر شخص پر واجب ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے آخری نبی ہونے کی تصدیق کرے اور اسلام میں داخل ہو جائے. (بیان السبحان)

(۹) آقا ﷺ کی فرمابرداری موجبِ رحم ہے

ذیل کی آیتِ مقدسہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی فرمابرداری کے ساتھ ساتھ اپنے محبوب کی فرمابرداری کا بھی حکم نافذ فرمایا ہے اور اس بات کی خوشخبری بھی دی ہے کہ اس فرمانبرداری کے انعام میں تم پر رحم کیا جائیگا. شائد اسی حکم اور انعام کو محسوس کر کے عاشق کے دل سے یہ صدائے یقیں بلند ہوئی ہے۔ خوف نہ رکھ رضاؔ ذرا تُو تو ہے عبدِ مصطفٰی

تیرے لئے امان ہے تیرے لئے امان ہے

آیئے تصدیق کرلیں کہ

وَاَطِیْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ

(پارہ۔۴ سورۃ آل عمرآن آیت ۱۳۲)

ترجمہ : اور اللہ کی اور رسول ﷺ کی فرمابرداری کرتے رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے.

(۱۰) صاحبِ لولاک ﷺ کی ذات ہم پر اللہ کا احسان عظیم ہے.

ہم پر اُس خالقِ کُل کے بے شمار احسانات ہیں کہ ہمیں انسان بنا کر پیدا فرمایا، آنکھیں دیں، کان دئے، ہاتھ پاؤں دئے، عقل دی، شعور و سمجھ عطا کیا مگر بزرگی دیکھئے اللہ تعالیٰ کی کہ کبھی کسی احسان کو یاد دلاتے ہوئے نہیں کہا کہ میں نے تم پر یہ احسان کیا. لیکن ایک احسان ضرور جتایا گیا کہ میرے حبیب کی ذاتِ مقدس جسے میں نے بشریت کے لباس میں انسان بنا کر تم انسانوں کی ہدایت کے لئے بھیجا ہے یہ تم پر میرا احسان ہے.

ساری انسانیت پر یہ ایسا احسان ہے کہ از ازل تا بہ ابد انسانیت اس پر نازاں ہے کہ اللہ نے اپنے محبوب، برگزیدہ رسول کو انسان بنا کر بھیجا. ورنہ انسانیت جس گمرہی میں مبتلا تھی اُسے ہدایت دینے کے لئے کسی فرشتہ یا اور کسی مخلوق کو بھیجتا تو آج انسان اشرف الخلوق کہلانے کا مستحق نہ ہوتا. دراصل سرکار کی موجودگی ہی انسان کے اشرف ہونے کا باعث ہے. ملاحظہ فرمائیں آیتِ احسان

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۔ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ۔ (پارہ ۴ سورۃ آل عمران آیت ۱۶۴)

ترجمہ : بے شک اللہ نے مسلمانوں پر بڑا احسان فرمایا کہ اُن میں اُنہیں میں سے (عظمت والا) رسول ﷺ بھیجا. جو اُن پر اُسکی آیتیں پڑھتا اور اُنہیں پاک کرتا. اور اُنہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا. اگر چہ وہ لوگ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے.

تفسیر : اس آیت میں صحابہ بلکہ عام مومنوں پر اپنے اس فضل کا اظہار کیا جا رہا ہے جو کہ بعثت رسول کی شکل میں ظاہر ہوا. اور یہ دکھایا جا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول کو ان کے تزکیہ اخلاق اور ہدایت و ارشاد کے لئے بھیجا ہے.

حاصل ارشاد یہ ہے کہ خدا کا یقیناً خصوصیت کے ساتھ صحابہ پر عموماً مومنوں پر بڑا احسان وفضل ہے کہ اس نے عظیم الشان جلیل القدر پیغمبر اُنہیں میں سے پیدا فرمایا.

سب سے بڑا معجزہ یہ ہے کہ رسول گرامی ﷺ نے ان کے سامنے قرآنِ پاک پیش کیا جسکی سلست ، بلاغت ، جامعیت بالکل کھلا ہوا معجزہ تھا. اور فقط قرآن کی تلاوت ہی نہیں کی بلکہ اُس پیارے رسول نے اُنکو کفر و شرک کی نجاستوں سے پاک و صاف کر کے ایمان اور توحید کے پانی سے غسل دیا.

(۱۱) اللہ نے آقا ﷺ کو علمِ غیب کے لئے چُن لیا

قرآنِ پاک کی درجِ ذیل آیت بھی سرکارِ دو عالم ﷺ کے علمِ غیب پر دلالت کرتی ہے. اور اس آیت میں خصوصیت یہ ہے کہ علمِ غیب کا جاننا ہر کس و ناکس کے بس کی بات نہیں. یہ عام لوگوں کو عطا نہیں ہوتا بلکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم رسولوں میں سے جسے چاہے اس علم کے لیئے چُن لیتے ہیں. آیت کے شانِ نزول سے یہ امر بھی واضح ہو جاتا ہے کہ رسول کے علمِ غیب پر شک کرنا یا انکار کرنا نادانی کے علاوہ کچھ نہیں. پڑھیئے آیتِ مبارکہ

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِىْ

مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ (پارہ ۴ سورۃ آل عمران آیت ۱۷۹)

ترجمہ : اور اللہ کی یہ شان نہیں کہ (اے عامۃ الناس) تمہیں غیب سے مطلع فرمادے لیکن اللہ نے اپنے رسولوں میں سے جسے چاہے (غیب کے علم کے لئے) چُن لیتا ہے.

شانِ نزول : ایک بار حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ پیدائش سے پہلے میری امت مجھ پر اپنی صورتوں میں پیش کی گئی. جس طرح آدم علیہ السلام پر انکی اولاد ۔ اور ہم کو یہ بھی علم دیا گیا کہ کون ہم پر ایمان لاوے گا اور کون نہ لاوے گا. یہ سن کر منافقین نے مذاق کرتے ہوئے کہا کہ حضور تو فرماتے ہیں کہ اُن لوگوں کے پیدا ہونے سے پہلے کافر اور مسلمان کا علم ہو گیا اور ہم تو ان کے

ساتھ رہتے ہیں ظاہر میں مسلمان ہیں دل میں کفر رکھتے ہیں اور آپ ہم کو نہیں پہچانتے۔ اس پر حضور ﷺ نے ممبر پر کھڑے ہو کر خطبہ فرمایا۔ اور فرمایا کہ لوگوں کا کیا حال ہے کہ ہمارے علم میں طعن کرتے ہیں۔ آج سے قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے اس میں ایسی کوئی چیز نہیں کہ تم مجھ سے سوال کرو اور ہم تم کو اسکی خبر نہ دیں۔ اس پر حضرت عبد اللہ کھڑے ہو کر عرض کرنے لگے یا حبیب اللہ ﷺ میرا باپ کون ہے؟ فرمایا خزافہ پھر حضرت عمرؓ کھڑے ہو کر عرض کرنے لگے یا حبیب اللہ ﷺ ہم اللہ کی ربوبیت پر اور آپ کی رسالت پر اور اسلام پر راضی ہیں۔ ہم آپ سے معافی چاہتے ہیں۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اب تم باز آؤ گے۔ اور پھر ممبر سے اُترے۔

(تفسیر خزائن العرفان وخازن)

یہ بات سراسر اللہ تعالیٰ کی حکمت کے خلاف ہے کہ تم سب کو اسرارِ غیب سے مطلع کردے۔ اور ہر شخص کو قبل از وقت وقوع معلوم ہو جائے کہ فلاں کام ایسا ہوگا (اس سے انتظامِ عالم میں فساد برپا ہو جائیگا) بلکہ اللہ تعالیٰ لوگوں میں جس شخص کو مناسب سمجھتا ہے اپنی رسالت کے لیئے مخصوص کر لیتا ہے اور اُسی رسول کو بقدر مناسب امورِ غیب پر مطلع فرماتا ہے۔ اور جزوئی واقعات سے آپ کو آگاہ کر دیتا ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کو جزوی علم غیب تھا۔ منافقوں کے نفاق سے حضور ﷺ واقف تھے۔ جنگِ احد میں پیش آنے والی شکست کا بھی آپ کو علم تھا مگر مصلحتِ الٰہی کے موجب حضور ﷺ اس کا اظہار نہ فرماتے تھے۔ (بیان السبحان)

(۱۲) حضور ﷺ کی فرمابرداری جنت اور نافرمانی جہنم کا موجب ہے۔

جو کوئی اللہ اور اسکے رسول کی فرمابرداری کرے گا وہ جنت میں داخل ہوگا اور جو کوئی نافرمانی کریگا وہ واصلِ جہنم ہوگا۔ اکثر و بیشتر کہنے اور سننے میں آنے والے یہ جملے کسقدر حق ہیں ذیل کی آیتوں سے پتہ چل جاتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی اور اپنے حبیب ﷺ کی فرمانبرداری پر جنت کا فیصلہ اور نافرمانی پر جہنم کا فیصلہ موقوف رکھا ہے۔

فرمانِ خداوندی سے شانِ محمدی ﷺ کا اندازہ لگائیں۔ دیکھئے آیتِ مبارکہ

تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ۔وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ۔ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ۔

(پارہ ۴ سورۃ النسا آیت ۱۳، ۱۴)

ترجمہ : یہ اللہ کی (مقرر کردہ) حدیں ہیں۔ اور جو کوئی اللہ اور اسکے رسول ﷺ کی فرمابرداری کرے اِسے وہ بہشتوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں رواں ہیں اُن میں ہمیشہ رہینگے ۔اور یہ بڑی کامیابی ہے ۔اور جو کوئی اللہ اور اسکے رسول ﷺ کی نافرمانی کرے اور اُسکے حدود سے تجاوز کرے اُسے وہ دوزخ میں داخل کرے گا جس میں وہ ہمیشہ رہیگا۔ اور اُس کے لیئے ذلت انگیز عذاب ہے۔

یہ فرائض اور احکام میراث اور یتیموں کے متعلق ہدایت اور اللہ تعالیٰ کے قائم کردہ قوانین ہیں ۔یہ اوامر ونواہی منجانب اللہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس لئے مقرر کیا ہے کہ لوگ اس پر عمل پیرا اور کاربند ہوں۔ اب جو شخص اللہ اور رسول کی فرمانبرداری کریگا اور اِن قائم کردہ قوانین پر کاربند ہوگا اسکو اللہ تعالیٰ بہترین ثواب عطا فرمائیگا۔ یہ ثواب لازوال ہوگا۔ احکامِ الٰہی کی اطاعت نہ کرنے والے ہمیشہ اس سے تمتع پذیر اور بہرہ اندوز ہوتے رہینگے۔

(۱۳) حضور ﷺ تمام انبیاءؑ پر گواہ ہونگے۔

ایک روز آقا ﷺ اپنے ایک صحابی سے فرمایا کہ قرآن پڑھیں۔ جب وہ صحابی قرآن پڑھتے پڑھتے فکیف کی آیت پر آگئے تو قرآن پڑھنا روک دیا اور بے انتہا رونے لگے اتنا روئے کہ داڑھی مبارک تر ہوگئی۔ سرکار دو عالم ﷺ پر خشیت الٰہی طاری ہوگئی تھی (ابنِ کثیر)

فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۭ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا

(پارہ ۵ سورۃ النسا آیت ۴۱)

ترجمہ : پھر اُس دن کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لائینگے اور (اے حبیب ﷺ) ہم آپ کو اُن سب پر گواہ لائینگے۔

تفسیر : قیامت کے دن تمام انبیاء اپنی اپنی امتوں کے احوال واعمال پر شہادت دینگے. اور حضور پُر نور علیہ السلام انبیاء کرام کی شہادت کے درست ہونے کی شہادت دینگے. اور ھٰـٓؤلآءِ کا مشارٌ الیہ امتِ مصطفویہ کو بھی قرار دیا گیا ہے. یعنی حضور علیہ السلام اپنی امت کے احوال پر گواہی دینگے. علامہ قرطبیؒ نے اس قول کی تائید میں حضرت سعید بن میبب کا یہ قول نقل کیا ہے (ترجمہ : یعنی حضور علیہ السلام پر ہر صبح وشام حضور کی امت پیش کی جاتی ہے. حضور اپنے ہر امتی کا چہرہ اور اس کے اعمال کو پہچانتے ہیں اسی علمِ کامل کے باعث حضور قیامت کے روز سب کے گواہ ہونگے).

(۱۴) باہم اختلاف کے حتمی فیصلہ کے لئے سرکار ﷺ کی طرف رجوع ہونے کا حکم

ذیل کی آیتِ کریمہ میں بھی اللہ تعالیٰ اپنے ساتھ اپنے حبیب ﷺ کی اطاعت کا حکم فرمارہا ہے. اور پھر یہ راہ بھی دکھائی گئی ہے کہ اگر تم کسی مسئلہ میں باہم اختلاف کرو تو فیصلہ کے لئے بھی اللہ اور اسکے رسول ﷺ کی طرف لوٹا دو. بے شک یہی ہمارے حق میں بہتر ہے. دیکھئے آیت

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ. فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْہُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ کُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِکَ خَیْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِیْلًا. (پارہ۔۵ سورۃ النساء آیت ۵۹)

ترجمہ : اے ایمان والو اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے میں سے (اہلِ حق) صاحبانِ امر کی. پھر اگر کسی مسئلہ میں تم باہم اختلاف کرو تو اسے (حتمی فیصلہ کے لئے) اللہ اور رسول ﷺ کی طرف لوٹا دو. اگر تم اللہ پر اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتے ہو (تو) یہی (تمہارے حق میں) بہتر اور انجام کے لحاظ سے بہت اچھا ہے.

تفسیر : رسول اللہ ﷺ کی اطاعت ہی اللہ کی اطاعت ہے. بخاری و مسلم کی حدیث ہے سیدِ عالم ﷺ نے فرمایا جس نے میری اطاعت کی اُس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اُس نے اللہ کی نافرمانی کی۔ اسی حدیث میں حضور ﷺ فرماتے ہیں جس نے امیر کی اطاعت کی اُس نے میری اطاعت کی اور جس نے امیر کی نافرمانی کی اُس نے میری نافرمانی کی.

شانِ نزول : حضرت عمار بن یاسرؓ اور خالد بن ولیدؓ کی تکرار تھی حضور اکرم ﷺ نے خالد بن ولید کو فوج کا سپہ سالار بنایا تھا. صبح کفار کی بستی پر حملہ ہونے والا ہی تھا کہ صبح سے قبل ہی کفار بھاگ گئے. ساری بستی ویران کر گئے. ایک شخص وہاں باقی رہ گیا تھا رات میں ہی وہ مسلمانوں کی فوج میں آکر حضرت عمار بن یاسرؓ سے ملا اور کلمہ شہادت پڑھ لیا حضرت عمار بن یاسرؓ نے اُسکو اپنی امان میں لے لیا. صبح جب کفار کی بستی پر حملہ ہوا سوائے اُس ایک مرد کے کوئی اور موجود نہ تھا۔ خالد بن ولیدؓ نے اُسے گرفتار کر لیا. عمار بن یاسرؓ نے اُس کو چھوڑنے کے لئے کہا کیونکہ وہ مسلمان ہو گیا ہے اور میری امان میں ہے. خالد نے کہا تم امان دینے والے کون ہوتے ہو جبکہ میں سپہ سالار ہوں. یہ آپس کا جھگڑا حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں پیش ہوا. اُس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ (بیان السبحان)

(۱۵) گناہوں کی معافی کے لیئے آقا ﷺ کا وسیلہ

حضور شافع محشر ﷺ کی شفاعت پر دلالت کرنے والی ذیل کی آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے واضح کر دیا ہے کہ جو کوئی میرے حبیب ﷺ کے دربارِ عالی نسب میں حاضر ہو کر گناہوں پر توبہ کریں. اور اُن کے لئے میرے حبیب ﷺ مغفرت طلب کریں تو میں ضرور توبہ قبول کرونگا۔

گناہگاروں کو ہاتف سے نویدِ خوش مآلی ہے

مبارک ہو شفاعت کے لئے احمد سا والی ہے

دیکھئے آیتِ مبارکہ میں شانِ شفیعِ محشر ﷺ

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا۔ (پارہ۔۵ سورۃ النساء آیت ۶۴)

ترجمہ : اور (اے حبیب) اگر وہ لوگ جب اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھتے تھے آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاتے اور اللہ سے معافی مانگتے اور رسول (ﷺ) بھی اُنکے لیئے مغفرت طلب کرتے تو وہ (اس وسیلہ و شفاعت کی بنا پر) ضرور اللہ کو توبہ قبول فرمانے والا نہایت مہربان پاتے.

تفسیر : جبکہ رسول کا بھیجنا ہی اس لئے ہے کہ وہ مطاع بنائے جائیں اور اُن کی اطاعت فرض ہو. جو اُن کے حکم سے راضی نہ ہو اُس نے رسالت کو تسلیم نہ کیا وہ کافر واجب القتل ہے. اور معلوم ہوا کہ بارگاہِ الٰہی میں رسول اللہ ﷺ کا وسیلہ اور آپ کی شفاعت کار برآری کا ذریعہ ہے. (بیان السبحان)

تفسیر خزائن العرفان میں ہے کہ سیدِ عالم ﷺ کے پردہ فرمانے کے بعد ایک اعرابی روضہ اقدس پر حاضر ہوا اور روضہ شریف کی خاکِ پاک اپنے سر پر ڈال لی اور عرض کرنے لگا یا رسول اللہ جو آپ نے فرمایا ہم نے سُنا اور جو آپ پر نازل ہوا اس میں یہ آیت بھی ہے وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا میں نے بے شک اپنی جان پر ظلم کیا اور میں آپ کے حضور میں اللہ سے اپنے گناہ کی بخشش چاہنے حاضر ہوا تو میرے رب سے میرے گناہ کی بخشش کرائیے. اُس وقت اُس قبرِ شریف سے ندا آئی کہ تیری بخشش کی گئی. اس سے چند مسائل معلوم ہوئے. (۱) اللہ کی بارگاہ میں عرضِ حاجت کے لئے اُس کے مقبولوں کو وسیلہ بنانا ذریعہ کامیابی ہے. (۲) قبر پر حاجت کے لئے جانا بھی جَآءُوْكَ میں داخل ہے اور خیر القرون کا معمول رہا ہے. (۳) مقبولانِ حق کو بعد وفات یا کے ساتھ ندا کرنا جائز ہے اور وہ مدد فرماتے ہیں اور اُن کی دُعا سے حاجت روائی ہوتی ہے. (۴) قبرِ اطہر میں آقائے نامدار کا باحیات ہونا بھی ثابت ہوتا ہے.

(۱۶) آقا علیہ السلام کے فیصلے کا انکار کفر ہے.

حضور ﷺ کی سچی اطاعت کا نام ہی عبادت ہے. آقا علیہ السلام پر ایمان لانے کا مطلب ہی یہ ہے کہ اُنکی ہر بات کا احترام کیا جائے اور بہ سرو چشم خوشی قبول کیا جائے اگر ذرہ برابر بھی کسی قسم کا تامل ہوتا ہے تو یہ ہمارے ایمان کی کمزوری ہی نہیں بلکہ اسلام سے خارج ہوجانے کا اندیشہ ہے. آیتِ مقدسہ میں ایمان کا معیار ملاحظہ فرمایئے.

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا

(پارہ۔۵، سورۃ النساء آیت ۶۵)

ترجمہ : پس (اے حبیب) آپ کے رب کی قسم یہ لوگ مسلمان نہیں ہوسکتے یہاں تک کہ وہ اپنے درمیاں واقع ہونے والے ہر اختلاف میں آپ کو حاکم بنالیں پھر اس فیصلے سے جو آپ صادر فرمادیں اپنے دلوں میں کوئی تنگی نہ پائیں اور (آپ کے حکم کو) بخوشی پوری فرمانبرداری کے ساتھ قبول کرلیں.

تفسیر : جب تک آپ کا فیصلہ اور حکم صدقِ دل سے نہ مان لیں مسلمان نہیں ہوسکتے. اس سے رسول اکرم ﷺ کی شان معلوم ہوتی ہے.

شانِ نزول : پہاڑ سے آنے والا پانی جس سے باغوں میں آب رسانی کرتے ہیں اُس میں ایک انصاری کا جھگڑا حضرت زبیرؓ سے ہوا معاملہ سیدِ عالم ﷺ کے حضور پیش کیا گیا. حضور نے فرمایا اے زبیر تم اپنے باغ کو پانی دیکر اپنے پڑوسی کی طرف پانی چھوڑ دو. یہ انصاری کو گراں گزرا. اور اس کی زبان سے یہ کلمہ نکلا زبیر آپ کے پھوپھی زاد بھائی ہیں باوجود یہ کہ فیصلہ میں حضرت زبیر کو انصاری کے ساتھ احسان کی ہدایت فرمائی تھی. لیکن انصاری نے اُس کی قدر نہ کی. حضور ﷺ نے حضرت زبیر کو حکم دیا کہ اپنے باغ کو سیراب کر کے پانی

روک لو. انصافاً قریب والا ہی پانی کا مستحق ہے. اس پر یہ آیت نازل ہوئی.

اسی طرح کا ایک اور معاملہ ایک منافق اور ایک یہودی کے درمیان کھیت میں پانی پلٹانے کی بات پر جھگڑا ہوگیا. یہودی کا کھیت پہلے پڑتا تھا، منافق کا کھیت اُس کے بعد تھا. یہودی کا کہنا تھا کہ پہلے میرا کھیت سیراب ہولے گا تب تمہارے کھیت میں پانی جانے دونگا. منافق کا اسرار تھا کہ پہلے اپنے کھیت کو سیراب کرونگا اُس کے بعد تمہارے کھیت میں پانی جائیگا. جب یہ جھگڑا کسی طرح طئے نہ ہوسکا تو کسی ثالث کے ذریعہ فیصلہ کرنے کی بات ٹھہری. یہودی نے کہا کہ میں تمہارے پیغمبر (ﷺ) ہی کو اپنا ثالث مانتا ہوں اُن سے اختلاف کے باوجود مجھے یقین ہے کہ وہ حق کے سوا کسی کی بھی پاسداری نہ کرینگے. منافق نے یہ سوچ کر کہ یہودی کے مقابلہ میں یقیناً وہ میری رعایت کرینگے. کیونکہ میں اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہوں. یہودی کی پیش کش قبول کرلی. چنانچہ دونوں اپنا مقدمہ لیکر بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے. سرکارِ دوعالم ﷺ نے دونوں فریقین کے بیانات الگ الگ سنیں. نزاع کی تفصیل یہ واضح کررہی تھی کہ حق یہودی کے ساتھ ہے. چنانچہ حضور نے یہودی کے حق میں فیصلہ سُنادیا.

یہودی فرحان وشاداں وہاں سے اُٹھا اور باہر آکر منافق سے کہا کہ اب تو میرے حق سے تمہیں انکار نہ ہوگا. منافق نے جواب دیا کہ میں یہ فیصلہ تسلیم نہیں کرتا. میرے ساتھ انصاف نہیں کیا گیا. تمہیں منظور ہو تو یہ اپنا مقدمہ حضرت عمرؓ کے پاس لے چلیں؟ وہ صحیح فیصلہ کرینگے. یہودی نے جواب دیا تم جس سے بھی فیصلہ کرواؤ رسولِ خدا کا فیصلہ اپنی جگہ پر بحال رہیگا.

چنانچہ دونوں حضرت عمرؓ کے گھر پر حاضر ہوئے. منافق نے مقدمہ کی تفصیل بتاتے ہوئے بار بار یہ تکرار کی کہ میں مسلمان ہوں یہ یہودی ہے. مذہبی دشمنی میں یہ مجھے نقصان پہنچانا چاہتا ہے. منافق کا بیان ختم ہونے کے بعد یہودی صرف اتنا کہکر خاموش ہوگیا کہ یہ صحیح ہے میں یہودی ہوں اور یہ اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے لیکن جو مقدمہ یہ آپ کے پاس لایا ہے اس

کا فیصلہ پیغمبر اسلام نے میرے حق میں کر دیا ہے. یہ مسلمان ہو کر کہتا ہے کہ مجھے یہ فیصلہ تسلیم نہیں ہے. اب آپ کو اختیار ہے کہ جو فیصلہ چاہیں کریں.

یہودی کا یہ بیان سُن کر حضرت عمرؓ کی آنکھیں سُرخ ہو گئیں فرطِ جلال سے چہرہ تمتما اٹھا. عالمِ غیظ میں منافق سے صرف اتنا دریافت کیا کہ کیا یہودی کی بات صحیح ہے؟ منافق نے دبی زبان سے اعتراف کیا کہ اس نے صحیح کہا ہے.

منافق پر بغاوت کا جرم ثابت ہو گیا. فاروقِ اعظم کی عدالت میں ایک مرتد کی سزا کے لیئے اب کوئی لمحہ انتظار باقی نہیں تھا. اسی عالمِ قہر و غضب میں اندر تشریف لے گئے دیوار سے لگی ہوئی ایک تلوار لٹک رہی تھی اُسے بے نیام کیا. قبضے پر ہاتھ رکھے ہوئے باہر نکلے اور کہا حاکمِ ارض و سمٰوات کے فیصلے کا منکر اسلام کا کھلا ہوا باغی ہے اور اس کے حق میں عمر کا یہ فیصلہ ہے کہ اُس کا سر قلم کر دیا جائے. یہ کہتے ہوئے ایک ہی وار میں منافق کی گردن اُڑا دی. ایک ہی لمحہ کے لیئے جسم تڑپا اور ٹھنڈا ہو گیا.

اس کے بعد مدینہ میں ایک بھونچال سا آ گیا. یہ خبر بجلی کی طرح سارے شہر میں پہنچی کہ عمرؓ نے ایک مسلمان کو قتل کر دیا. یہاں تک کہ یہ بات سرکار کی بارگاہ تک پہونچی. مسجد نبوی میں سب لوگ جمع تھے حضرت فاروقِ اعظم کی طلبی ہوئی حضرت عمرؓ حاضرِ بارگاہ ہوئے. سرکار نے دریافت کیا. کیوں عمر! مدینہ میں یہ کیسا شور ہے؟ کیا تم نے کسی مسلمان کو قتل کیا ہے؟

جذبات کے تلاطم سے آنکھیں بھیگ گئیں تھی دل کا عالم زیر و زبر ہو رہا تھا بزمِ جاناں میں پہنچ کر عشق کی دبی ہوئی چنگاری بھڑک اٹھی تھی بے خودی کی حالت میں کھڑے ہو کر جواب دیا عمر کی تلوار کسی مسلمان کے خون سے کبھی آلودہ نہیں ہو گی میں نے ایسے شخص کو قتل کیا ہے جس نے آپ کے فیصلہ کا انکار کر کے اپنی جان کا رشتہ حلقہ اسلام سے توڑ لیا تھا. اپنی صفائی پیش کر کے حضرت فاروقِ اعظم ابھی بیٹھے ہی تھے کہ جبریلؑ یہ آیت لیکر حاضر ہوئے. اچانک عالمِ غیب کی طرف سرکار کی توجہ منعطف ہو گئی.

دم ہی دم میں محفل کا رنگ بدل گیا حضرت روح الامین نے خدائے ذوالجلال کی طرف سے حضرت عمر فاروق کے مقدمہ کا فیصلہ سنایا.وہی جواب جو فاروقِ اعظم نے دیا تھا اس آیتِ قرآنی میں ہمیشہ کے لیئے ڈھل گیا.

حدیثوں میں آیا ہے کہ حضرت عمر فاروق کی خصوصیات میں ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ اللہ تعالیٰ ان کی زبان پر کلام کرتا تھا.تفسیرِ خازن و معالم التنزل میں کلبی کے طریقے سے حضرت امام ابوصالح وابن عباس سے مروی ہے "جبریلؑ نے ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ حضرت عمرؓ نے حق و باطل میں امتیاز کر دیا ہے.اس دن سے آپ کا لقب فاروق رکھا گیا.

(۱۷) رسول اللہ ﷺ کی اطاعت انبیا، صدیقین، شہدا اور صالحین کی رفاقت کی ضامن ہے.

اس آیتِ پاک میں اللہ رب العزت نے اپنے انعامِ خاص کا اعلان فرمایا ہے.

وَمَنۡ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوۡلَ فَاُولٰٓـئِكَ مَعَ الَّذِيۡنَ اَنۡعَمَ اللّٰهُ عَلَيۡهِمۡ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيۡقِيۡنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيۡنَ‌ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓـئِكَ رَفِيۡقًا

(پارہ۔۵ سورۃ النساء آیت ۶۹)

ترجمہ : اور جو کوئی اللہ اور رسول (ﷺ) کی اطاعت کرے تو یہی لوگ (روزِ قیامت) اُن (ہستیوں) کے ساتھ ہونگے جن پر اللہ نے (خاص) انعام فرمایا ہے جو کہ انبیاء، صدیقین، شہدا اور صالحین ہیں.اور یہ بہت اچھے ساتھی ہیں.

شانِ نزول : ایک دفعہ چند صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ مرنے کے بعد ہم اللہ جانے کہاں ہونگے اور آپ کی زیارت سے جنت میں کس طرح مشرف ہونگے.حضور کے مراتب عالیہ تک بھلا کون پہنچ سکتا ہے ہم حضور کی زیارت نہ کر سکیں گے تو چین کیونکر آئیگا.انہیں صحابیوں میں سے ایک صحابی حضرت ثوبانؓ بھی تھے جو رسول پاک کے آزاد کردہ غلام تھے.ثوبان کا چہرہ

اس فکر میں زرد پڑ گیا تھا. جب انکی حالت حضور نے ملاحظہ فرمائی تو دریافتِ حال فرمایا ثوبانؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ نہ مجھے کوئی مرض ہے نہ تکلیف مگر آپ کو دیکھے بغیر چین نہیں آتا میں حضور سے اپنے جاہ و مال و اولاد سے زیادہ محبت کرتا ہوں گھر میں ہوتا ہوں تو حضور کی یاد آجاتی ہے تو صبر نہیں رہتا جب آکر دیکھ لیتا ہوں تو چین نصیب ہوتا ہے اور جب حضور کے وصال کو یاد کرتا ہوں تو سوچتا ہوں اُسوقت میرا کیا حال ہوگا اور مجھ پر حضور کے بعد کیا گزرے گی اور کس طرح صبر کر سکوں گا بس اسی سوچ میں یہ حال ہے. اس وقت یہ آیت نازل ہوئی.

تفسیر : اس آیت میں بتایا گیا کہ رسول اللہ ﷺ کے فرمانبردار ان چار گروہوں میں شامل ہونگے جو انعاماتِ الٰہی سے سرفراز اور رحمتِ الٰہی سے کامیاب ہیں. ان فیضیاب ممتاز گروہوں کو چار حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے. انبیاء، صدیقین، شہدا، صالحین. جو لوگ اللہ و رسول کے فرمانبردار ہیں احکامِ الٰہی اور سنتِ نبوی کی پیروی کرتے ہیں وہ انبیاء، صدیقین، شہدا، صلحا امت کے گروہ میں شامل ہونگے. انکی روحیں اگرچہ ناقص ہوتی ہیں مگر چونکہ کامل اور روشن روحوں کی اتباع کرنے سے ان کے ساتھ ایک خصوصی تعلق پیدا ہوجاتا ہے اسی لیئے عالمِ قدس میں بھی انہیں کے ساتھ ہونگی. اور ان کے انوار و تجلیات ان پر بھی بالکل اسی طرح منعکس ہونگے جس طرح دھوپ میں ایک صاف آئینے کی روشنی میں دوسرے آئینے میں پرتو ریز ہوتی ہے. (بیان السبحان)

(۱۸) رسول اللہ ﷺ کا حکم اللہ کا حکم ہے.

وہ زباں جسکو سب کُن کی کنجی کہیں

اُس کی نافذ حکومت پہ لاکھوں سلام

سید کونین ﷺ کی شان و عظمت و رفعت کا احاطہ تو نہیں ہو سکتا ہاں اس آیتِ مقدسہ سے اندازہ ضرور لگایا جا سکتا ہے. اللہ تعالیٰ اپنی اطاعت کے ساتھ ساتھ اپنے حبیب ﷺ کی اطاعت کا

حکم فرما چکا ہے لیکن یہ شانِ رسالت مآب بھی دیکھئے

مَنۡ یُّطِعِ الرَّسُوۡلَ فَقَدۡ اَطَاعَ اللّٰهَ وَمَنۡ تَوَلّٰی
فَمَاۤ اَرۡسَلۡنٰكَ عَلَيۡهِمۡ حَفِيۡظًا (پارہ۔۵ سورۃ النساء آیت ۸۰)

ترجمہ : جس نے رسول (ﷺ) کا حکم مانا بے شک اُس نے اللہ (ہی) کا حکم مانا. اور جس نے روگردانی کی تو ہم نے آپ کو اُن پر نگہبان بنا کر نہیں بھیجا.

شانِ نزول : بیان کرتے ہیں کہ سرکارِ انور ﷺ نے ایک موقع پر خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا جس نے میری اطاعت کی اُس نے خدا کی اطاعت کی. اس جملہ پر یہودی مذہب کے لوگ بہت زیادہ چیں بہ چیں ہوئے. انکے درمیان آپس میں چہ میگویاں شروع ہو گئیں کہ آپ خدائی کا منصب لینا چاہتے ہیں انکی خواہش ہے کہ آپ خدا کی طرح ان کی بھی پرستش کی جائے. یہودیوں کے اس طعنہ کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی.

تشریح : اس آیت میں پروردگارِ عالم نے برملا یہودیوں کے اس خیال کی تردید فرمائی کہ اطاعت اور عبادت دونوں ایک ہیں. اطاعت چاہنے والوں پر یہ الزام رکھنا کہ وہ اپنی پرستش کرانا چاہتا ہے کھلا ہوا بہتان اور قلب وذہن کی واضح ترین شقاوت وگمرہی ہے.

یقیناً رسول کی شان یہی ہے کہ اس کی اطاعت کی جائے. بلکہ وہ یہ کہنے میں حق بجانب ہے کہ جس نے اس کی اطاعت کی اس نے خدا کی اطاعت کی.

غور فرمائیں کہ یہودیوں کے اس ناپاک خیال کی تردید کے لئے اتنا بہت کافی تھا لیکن بیان کا یہ دوسرا رُخ کتنا لرزہ خیز ہے کہ جو آپ کی اطاعت سے گریز کرتا ہے یا آپ کی اطاعت کو اطاعتِ الٰہی نہیں سمجھتا تو آپ کا اُس پر کوئی ذمہ نہیں ہے. ہم نے آپ کو اُس کے اُوپر نگراں بنا کر بھیجا ہی نہیں ہے.

علامہ ابن تیمیہ فرماتے ہیں
یعنی خدا تعالیٰ اور رسول ﷺ کی حرمت و عزت کی جہت ایک ہی ہے. تو جس نے رسول اللہ ﷺ کو ایذا دی تو اُس نے بلاشبہ اللہ تعالیٰ کو ایذا دی. کیونکہ اُمت کسی ایسی چیز کو نہیں پاسکتی جو اُسکے اور خدا کے درمیان ہے. مگر رسول اللہ ﷺ کے وسیلہ جلیلیہ سے کسی امتی کے لیئے خدا تک رسائی کا حضور ﷺ کے سوا کوئی دوسرا راستہ نہیں ہے اور نہ حضور کے سوا کوئی دوسرا سبب ہے. اور بے شک اللہ تعالیٰ نے امر و نہی اور خبر و بیان میں حضور ﷺ کو اپنا قائم مقام بنادیا ہے؛ لہٰذا اُن امور میں خدا اور رسول کے درمیان کوئی فرق کرنا جائز نہیں. اسی طرح جو حضرات مصنوی اور موہومی توحید کے گھمنڈ میں اپنے آپ کو حضور ﷺ کا محتاج تصور نہیں کرتے بلکہ اُسے شرک اور نہ جانے کیا کیا ٹھہراتے ہیں.

(۱۹) آپ ﷺ اللہ کی دلیل ہیں.

آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کی جانب سے اللہ کی دلیل بنا کر اور روشن نور کی شکل میں قرآن مجید کے ساتھ بھیجے گئے ہیں. آیتِ برہان ملاحظہ فرمائیں.

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا

(پارہ۔۶ سورۃ النساء آیت ۱۷۴)

ترجمہ : اے لوگو بے شک تمہارے پاس تمہارے رب کی جانب سے (ذاتِ محمدی ﷺ کی صورت میں ذاتِ حق جل مجدہٗ کی سب سے زیادہ مضبوط، کامل اور واضح) دلیلِ قاطع آ گئی ہے اور ہم نے تمہاری طرف (اسی کے ساتھ قرآن کی صورت میں) واضح اور روشن نور (بھی) اُتار دیا ہے

تفسیر : تمہارے پاس ایک دلیلِ مجسم اور برہانِ الٰہی اور حجتِ خداوندی یعنی ذاتِ محمدی ﷺ آ گئی. اور تمہاری ہدایت کے لئے ہم نے ایک روشن یعنی قرآن اُتارا جم اسکی

تصدیق کرو اور اسکے احکام کو مانو اور اسکی ہدایت پر عمل کرو کیونکہ جو لوگ خدا پر ایمان لاتے ہیں اور اسکی ذات پر توکل کرتے ہیں اُس کے نازل کردہ قانون کو اپنے لیئے شمع راہ بناتے ہیں اور اس کی ہدایت پر کار بند ہوتے ہیں اُن کو خدا تعالیٰ اپنی رحمت و فضل میں داخل کریگا۔ اپنی رحمت سے اُسکو بخش دیگا اور اپنے فضل سے اُن کو مزید نعمتیں عطا کریگا۔ (بیان السبحان)

(۲۰) دینِ محمدی مکمل دین، اللہ کی پسند اور سرکار پر نعمتوں کا اتمام۔

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ

وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا (پارہ۔۶ سورۃ المآئدہ آیت ۳)

ترجمہ : آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا۔ اور تم پر اپنی نعمتیں پوری کر دی اور تمہارے لئے اسلام کو (بطورِ) دین (یعنی مکمل نظامِ حیات کی حیثیت سے) پسند کر لیا۔

تفسیر : یہ آیت ۹/ذی الحجہ ۱۰ھ بمقامِ عرفات بروزِ جمعہ سرورِ عالم ﷺ پر نازل ہوئی۔ اس میں بتایا گیا ہے کہ جس دین کا داعی بنا کر آپ کو بھیجا گیا تھا آج وہ ظاہری و باطنی، صوری و معنوی ہر لحاظ سے پایہ تکمیل کو پہنچ چکا ہے۔ اس دین کے غلبہ اور فتح مندی کا جو وعدہ آپ سے کیا گیا تھا آج آپ نے اپنے غلاموں سمیت مشاہدہ کر لیا۔ اور وہ پورا کر دیا گیا۔ نیز وہ عقائد جن پر تمہاری نجات کا انحصار ہے وہ مکمل طور پر تمہیں سکھا دیئے گئے۔ شریعت و قانون کے وہ بنیادی قوائد تفصیلاً یا اصولاً تم کو بتا دیئے گئے۔ جو ہر زمانہ اور تمام حالات میں تمہارے لیئے روشنی کا مینار ثابت ہونگے۔ تمہیں ایسے اصولوں کی تعلیم بھی دیدی گئی جن کی مدد سے تم ہر نئی مشکل کا حل اور جدید مسائل کا جواب معلوم کر سکو گے۔ یعنی قرآن جیسی کتاب محمد ﷺ جیسا رسول اور ہادی عطا فرمایا۔ ہدایت کی راہ تم پر روشن کر دی۔ اور اُس پر چلنے کی توفیق عنایت فرمائی۔ دینِ اسلام جو تمام سابقہ انبیاء کا اور رُسل کا دین تھا وہی دین اپنی کامل صورت میں تمہارے لئے پسند کر لیا گیا۔ اب اس میں اضافہ و تبدیلی کی گنجائش نہیں۔ یہ آیت حضور ﷺ کے

خاتم الانبیاء ہونے کی واضح دلیل ہے۔ کیونکہ جب دین مکمل ہو چکا اس کے احکام میں ردو بدل کی گنجائش نہیں رہی اور پھر کسی دوسرے نبی کے آنے کی ضرورت بھی نہیں رہی۔

(ضیاء القرآن)

(۲۱) قاسم کوثر ﷺ نور ہیں۔

کس پر کھلی حقیقتِ نورِ محمدی
جس کی نظر ہے جتنی بس اُتنی ہی بات ہے
انہیں کے نور کا بٹتا ہے آج بھی صدقہ
انہیں کے سایۂ انور سے روشنی آئی

ہمارے آقا و مولیٰ حضور پُر نور احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ نور ہیں اس کی دلیل خود اللہ تعالیٰ کی زبانِ قدرت سے ملاحظہ فرمائیں۔

قَدْ جَآئَکُمْ مِنَ اللّٰہِ نُوْرٌ وَّکِتَابٌ مُّبِیْنٌ (پارہ۔۶ سورۃ المآئدہ آیت ۱۵)

ترجمہ: بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور (یعنی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ) آگیا ہے اور ایک روشن کتاب (یعنی قرآنِ مجید)

تفسیر: نور سے مراد یہاں ذاتِ پاک محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں جن کی وجہ سے حق تعالیٰ نے حق کو روشن کر دیا۔ اسلام کو ظاہر فرمایا، شرک کو نیست و نابود کیا۔ حضور نور ہیں مگر اُس کے لئے جو نور سے دل کی آنکھوں کو روشن کرنا چاہے۔ اللہ تعالیٰ اُس نورِ مجسم کی تابانیوں اور درخشانیوں سے ہمارے آئینہ دل کو منور فرمائے۔ اپنے محبوب کی غلامی اور محبت کی سعادت سے بہرہ اندوز فرمائے۔ آمین ثمہ آمین

کتابِ مبین سے مراد قرآن مجید ہے یہ کہنا کہ "نور" سے بھی قرآنِ کریم مراد ہے درست نہیں کیونکہ اخلاصِ نیت کی اہمیت کو واضح فرمایا یعنی نورِ محمدی اور کتابِ مبین۔ (ضیاء القرآن)

(۲۲) خوشخبری و ڈر سُنانے والے آخری نبی ﷺ

اللہ تعالیٰ نا انصاف نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہر قوم ہر ملک ہر علاقے کے لوگوں کی ہدایت کا سامان مہیا کیا گیا ہے۔ تاکہ کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ ہمارے پاس خوشخبری اور ڈر سُنانے والا کوئی آیا ہی نہیں۔ انبیائے سابق کسی علاقے یا کسی قوم کی طرف بھیجے گئے لیکن حضور خاتم النبیین ساری انسانیت کے لئے خوشخبری و ڈر سنانے والے بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں آیت و ضاحت

يَاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ عَلٰى فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا جَآءَنَا مِنْۢ بَشِيْرٍ وَّلَا نَذِيْرٍ۔ فَقَدْ جَآءَكُمْ بَشِيْرٌ وَّنَذِيْرٌ۔ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ (پارہ ۔ ۶ سورۃ المائدہ آیت ۱۹)

ترجمہ : اے اہل کتاب بے شک تمہارے پاس ہمارے (یہ آخر الزماں) رسول (ﷺ) پیغمبروں کی آمد (کے سلسلہ) کے منقطع ہونے (کے موقع) پر تشریف لائے ہیں جو تمہارے لئے (ہمارے احکام) خوب واضح کرتے ہیں (اس لئے) کہ تم (عذر کرتے ہوئے یہ) کہدو گے کہ ہمارے پاس نہ (تو) کوئی خوشخبری سنانے والا آیا نہ ڈر سُنانے والا (اب یہ تمہارا عذر بھی ختم ہو چکا ہے کیونکہ) بلاشبہ تمہارے پاس (آخری) خوشخبری سنانے والا اور ڈر سنانے والا (بھی) آگیا ہے۔ اور اللہ ہر چیز پر بڑا قادر ہے۔

تفسیر : حضور اکرم ﷺ کا ظہورِ قدسی ۵۷۰ء اور اعلانِ نبوت ۶۱۰ء میں ہوا۔ گویا حضور کی تشریف آوری اور عیسیٰ علیہ السلام کا درمیانی عرصہ (۶۰۰) چھ سو سال کے قریب ہوا۔ اہل کتب کو بتایا جا رہا ہے کہ وہ نبی تشریف فرما ہو گیا جس کا تمہیں انتظار تھا اب اسکی اطاعت نہ کرو گے اور اُس پر ایمان لا کر اپنی نجات کا سامان نہ کرو گے تو تمہاری مرضی کل یہ تمہارا عذر نہ سُنا جائیگا کہ اے رب ہم کیا کرتے ہمیں تو راہ دکھانے والا کوئی آیا ہی نہیں۔ (ضیاء القرآن)

(۲۳) رسول اللہ ﷺ مددگار ہیں.

ذیل کی آیت میں سرکارِدوعالم کا مومنوں کے مددگار ہونے کا واضح ذکر ملاحظہ فرمائیں

اِنَّمَاوَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوا الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ وَھُمْ رٰکِعُوْنَ۔ وَمَنْ یَّتَوَلَّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰہِ ھُمُ الْغٰلِبُوْنَ (پارہ۔۶ سورۃ المآئدہ آیت ۵۵۔۵۶)

ترجمہ : بے شک تمہارا (مددگار) دوست تو اللہ اور اس کا رسول (ﷺ) ہی ہے اور (ساتھ) وہ ایمان والے ہیں جو نماز قائم رکھتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور وہ (اللہ کے حضور عاجزی سے) جھکنے والے ہیں. اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) اور ایمان والوں کو دوست بنائے گا تو (وہی اللہ کی جماعت ہے اور) اللہ کی جماعت (کے لوگ) ہی غالب ہونے والے ہیں.

تفسیر : بتایا جاتا ہے کہ مسلمان کس سے محبت و پیار کرے اور کسے اپنا ناصر اور مددگار بنائیں. فرمایا تمہارا دوست اور مددگار اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ اور وہ مومنین ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں. لیکن دنیا کو دکھانے کے لیئے نہیں بلکہ نہایت ہی خشوع و خضوع سے رضائے الٰہی کے لئے عبادتِ الٰہی میں مشغول و منہمک رہتے ہیں. اور یہی لوگ غالب ہونے والے ہیں.

یا محمد ہمن بے سروساماں مددے ☆ قبلۂ دیں مددے کعبۂ ایماں مددے

غیر اللہ سے مدد مانگنے والی بات جو عام طور پر نزاعی کیفیت پیدا کر دیتی ہے اُس کا حل بھی اس آیتِ مقدسہ سے ہو جاتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے مددگار فرمایا ہے.

آج لے اُنکی پناہ آج مدد مانگ اُن سے

پھر نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا

(۲۴) رسول اللہ ﷺ کی اطاعت لازم

اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ اللہ و رسول کی اطاعت کرو. ہمارے جسم و جاں کے لیئے کتنا ہی بارگراں کیوں نہ ہو اطاعت لازم ہے. ملاحظہ فرمائیں آیتِ پاک

وَاَطِیۡعُوا اللّٰهَ وَاَطِیۡعُوا الرَّسُوۡلَ وَاحۡذَرُوۡا. فَاِنۡ تَوَلَّيۡتُمۡ فَاعۡلَمُوۡۤا اَنَّمَا عَلٰى رَسُوۡلِنَا الۡبَلٰغُ الۡمُبِيۡنُ. (پارہ۔۷ سورۃ المآئدہ آیت ۹۲)

ترجمہ : اور تم اللہ کی اطاعت کرو اور رسول (ﷺ) کی اطاعت کرو اور (خدا اور رسول کی مخالفت سے) بچتے رہو. پھر اگر تم نے روگردانی کی تو جان لو کہ ہمارے رسول پر صرف (احکام کا) واضح طور پر پہنچا دینا ہی ہے (اور وہ یہ فریضہ ادا فرما چکے ہیں)

تفسیر : تحریمِ شراب کا حکم اس سے پہلے بھی دوآیتوں میں دومرتبہ نازل ہو چکا تھا لیکن چونکہ شراب کا ترک کر دینا عرب پر بہت ہی شاق تھا بغیر شراب کے ان کی زندگی دشوار تھی اس لئے یہ تمام تحریم تدریجاً اور غیر واضح طور پر کی گئی تھی. اور جب لوگ کسی قدر ترکِ شراب کے خوگر ہو گئے اور شراب کی حلت و مرمت میں باہم کچھ اختلاف ہوا تو اس آیت میں صاف طور پر ممانعت کر دی گئی.

شانِ نزول : حضرت عتبان بن مالک نے چند صحابہ جن میں حضرت سعید بن ابی وقاص بھی شامل تھے. دعوت کی. چونکہ اُس وقت تک شراب کی حرمت وضاحت کے ساتھ نہیں کی گئی تھی. اسی لئے کھانے کے بعد شراب کا دور چلا اور مجلس میں گڑبڑ مچ گئی. اس فتنہ کی خبر حضور کی خدمت میں بھی پہنچی. اُس وقت مجلس میں فاروقِ اعظم بھی حاضر تھے. حضرت عمر فاروقؓ نے دُعا کی "الٰہی شراب کے بارے میں کوئی فیصل حکم نازل فرمادے" کیونکہ اس سے مسلمانوں میں نااتفاقی پیدا ہونے لگی ہے اُس وقت حضرت عمرؓ کی مرضی کے مطابق آیتِ مذکورہ نازل ہوئی. اور شراب کو ہمیشہ کے لیئے قطعی طور حرام کر دیا.

(۲۵) آپ ﷺ اُمی لقب ہیں.

معجزہ ہے مرے سرکارؐ کا اُمی ہونا ☆ آپؐ پڑھنے نہیں آئے ہیں پڑھانے آئے

عام طور پر کچھ لوگ ناواقفیت کی بنا پر اُمی کے معنی "ان پڑھ" کے لیتے ہیں جو سراسر غلط ہے. ایک ان پڑھ بھلا کیسے نبی ہو سکتا ہے. علمائے حق نے اُمی کے معنی "جسکو اللہ کے سوا کسی نے نہ پڑھایا" کے لئے ہیں اور یہی صحیح معنی ہیں. اگر دنیا میں نبی کسی کے پاس پڑھے ہوتے تو پڑھانے والے اُستاد کا مرتبہ نبی سے بڑھ جاتا. اُنہیں اللہ کے سوا اور کون پڑھا سکتا تھا کیونکہ

اُنہیں پہ ختم ہیں ساری فضیلتیں اظہر
اُنہیں کے واسطے آئی جو بزرگی آئی

محبوب رب العلمین کی شان بہ زبانِ قرآن ملاحظہ فرمائیں

قُلْ يٰاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا ۨالَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ. لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْیٖ وَيُمِيْتُ. فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ الَّذِیْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ.

(پارہ۔۹ سورۃ الاعراف آیت ۱۵۸)

ترجمہ : آپ فرمادیں. اے لوگو میں تم سب کی طرف اُس اللہ کا رسول (بن کر آیا) ہوں جس کے لئے تمام آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے. اُس کے سوا کوئی معبود نہیں وہی جلاتا اور مارتا ہے. سو تم اللہ اور اسکے رسول (ﷺ) پر ایمان لاؤ جو (شانِ اُمیت کا حامل) نبی ہے. (یعنی اس نے اللہ کے سوا کسی سے کچھ نہیں پڑھا مگر جمیع خلق سے زیادہ جانتا ہے. اور کفر و شرک کے معاشرے میں جواں ہوا مگر بطنِ مادر سے نکلے ہوئے بچے کی طرح معصوم اور پاکیزہ ہے) جو اللہ پر اُسکے (سارے نازل کردہ) کلاموں پر ایمان رکھتا ہے اور تم اُن ہی کی پیروی کرو تاکہ تم ہدایت پاسکو.

تفسیر : جَمِیۡعًا کا مطلب یہ ہے کہ قیامت تک جتنے آنے والے انسان ہیں اور حضور کے زمانے میں جتنے اشخاص موجود تھے سب کے واسطے حضور ﷺ کو نبی بنا کر بھیجا گیا. دعوتِ تبلیغ سب کے لئے عام ہے. حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کی روایت ہے حضورِ گرامی نے فرمایا قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اس امت کا شخص خواہ یہودی ہو یا نصرانی ہو یا اور کوئی ہو میری رسالت کو سُن کر اگر مجھ پر ایمان نہ لائیگا تو ضرور جہنمی ہوگا. (مسلم وغیرہ) (بیان السبحان)

(۲۶) علمِ غیبِ نبی ﷺ کی ایک اور دلیل

علمِ غیب کے تعلق سے عام لوگوں میں جو کچھ غلط فہمی پائی جاتی ہے اس کی صراحت میں اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کن بات ذیل کی آیت میں اپنے حبیبِ پاک کی زبانِ مبارک سے کہلوا کر ساری غلط فہمیوں کو دور فرما دیا. اب اس کے بعد کوئی شخص عطائے علمِ غیب کا انکار کرتا ہے تو وہ اُس کے اپنے ایمان کا معیار ہے. جسے وہ خود غارت کرنے پر تُلا ہوا ہے. نبی کی عظمتوں میں ایک عظمت علمِ غیب کی بھی ہے. یاد رہے کہ نبی کا معنی ہی غیب کی خبر دینے والے کے ہوتے ہیں. جس کی تفصیلات آپ پڑھ چکے ہیں. اگر کوئی نبی کے علمِ غیب کا انکار کرتا ہے تو معلوم ہوا کہ نبی کو نبی نہیں مانتا. اس طرح نبی کا انکار ایمان سے خارج ہونے کا سبب بنتا ہے. آیئے آیتِ قرآنی کی روشنی میں علمِ غیبِ نبی پر ایمان لائیں.

قُلۡ لَّاۤ اَمۡلِكُ لِنَفۡسِىۡ نَفۡعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ‌ ؕ وَلَوۡ كُنۡتُ اَعۡلَمُ الۡغَيۡبَ لَاسۡتَكۡثَرۡتُ مِنَ الۡخَيۡرِ ۖۛ ۚ وَمَا مَسَّنِىَ السُّۤوۡءُ‌ ۛۚ اِنۡ اَنَا اِلَّا نَذِيۡرٌ وَّبَشِيۡرٌ لِّقَوۡمٍ يُّؤۡمِنُوۡنَ. (پارہ ۔ ۹ سورۃ الاعراف آیت ۱۸۸)

ترجمہ : آپ (اُن سے یہ بھی) فرما دیجئے کہ میں اپنی ذات کے لئے کسی نفع و نقصان کا خود مالک نہیں ہوں مگر (یہ کہ) جس قدر اللہ نے چاہا اور (اُسی طرح بغیر عطائے الٰہی کے) اگر میں خود غیب کا علم رکھتا تو میں از خود بہت سی بھلائی (اور فتوحات) حاصل کر لیتا اور مجھے (کسی موقع پر) کوئی سختی (اور تکلیف بھی) نہ پہونچتی. میں تو (اپنے منصب و رسالت کے باعث) فقط ڈر سنانے والا اور خوشخبری دینے والا ہوں اُن لوگوں کو جو ایمان رکھتے ہیں.

تفسیر : ڈر اور خوشی کی خبریں بھی امورِ غیب میں سے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ اپنے نبی پر مطلع فرماتا ہے. کیونکہ منجانب اللہ اسی اطلاع علی الغیب کے بغیر نہ تو نبوت ورسالت متحقق ہوتی ہے اور نہ ہی یہ فریضہ ادا ہوسکتا ہے. اس لئے آپ ﷺ کی شان میں فرمایا گیا وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ (سورۃ التکویر آیت ۲۴) ترجمہ : اور یہ نبی غیب بتانے میں ہرگز بخیل نہیں. اس قرآنی ارشاد کے مطابق غیب بتانے میں بخیل نہ ہونا تب ہی ممکن ہوسکتا ہے اگر باری تعالیٰ نے کمالِ فراوانی کے ساتھ حضور نبی کریم ﷺ کو علوم واخبارِ غیب مطلع فرمایا ہو. اگر سرے سے علمِ غیب عطا ہی نہ کیا ہو تو حضور ﷺ کا غیب بتانا کیسا. اور پھر اس پر بخیل نہ ہونے کا کیا مطلب ہو. معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کے مطلع علی الغیب ہونے کی قطعاً نفی نہیں بلکہ نفع ونقصان پر خود قادر و مالک بالذات عالم الغیب ہونے کی نفی ہے. کیونکہ یہ شان صرف اللہ تعالیٰ کی ہے.

(عرفان القرآن)

(۲۷) دستِ رحمت ﷺ میں دستِ قدرت کارفرما ہے.

شانِ رسالت مآب ﷺ دیکھیے اللہ تعالیٰ نے کس کس انداز سے بیان فرمائی ہے. کہیں فرمایا کہ نبی کی اتباع میری اتباع ہے. کہیں فرمایا کہ نبی کا حکم میرا حکم ہے اور کہیں فرمایا کہ اے حبیب قبلہ وہی ہوگا جسے آپ چاہیں گے. اب یہاں اپنی قدرت دستِ محبوبیت ﷺ سے کروا رہا ہے اور فرما رہا ہے کہ

وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى (پارہ ۹ سورۃ الانفال آیت ۱۷)

ترجمہ : (اے حبیبِ محتشم) جب آپ نے (اُن پر سنگ ریزے) مارے تھے (وہ) آپ نے نہیں مارے تھے بلکہ (وہ تو) اللہ نے مارے تھے.

تفسیر : جنگِ بدر میں حضور اکرم ﷺ نے کنکریوں کی ایک مٹھی بھری اور کافروں کے لشکر کی طرف پھینک دی. وہ لشکر ایک وسیع رقبہ میں پھیلا ہوا تھا کوئی کھڑا ہوا تھا کوئی بیٹھا ہوا تھا کسی کا

منہ اِدھر تھا تو کسی کی پشت اِدھر تھی لیکن ایک کافر بھی ایسا نہ رہا تھا جس کی آنکھوں کو ریت کے ذرات نے بھر نہ دیا ہو. سب کی آنکھیں دیکھنے سے مایوس ہو گئیں. اور وہ کچھ ایسے دہشت زدہ اور حواس باختہ ہوئے کہ اپنے مقتولوں کی لاشیں بھی پیچھے چھوڑ کر بھاگ گئے. اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے محبوب جب تم کنکریاں پھینک رہے تھے پھینکنے والا ہاتھ گو تمہارا تھا لیکن قوت اور قدرت ہماری تھی جو اس میں کارفرما تھی. (بیان السبحان)

(۲۸) رسول اللہ ﷺ کا بُلانا اللہ کا بُلانا ہے.

کبھی آپ نے سُنا کہ کوئی اللہ کی عبادت میں ہو اور اگر رسول اللہ اُسے بلائیں تو وہ عبادت چھوڑ کر حاضرِ خدمت ہو تو اُسکی عبادت میں کچھ خلل نہ ہوگا. جی ہاں ذیل کی آیت میں یہ حکم آیا ہے کہ اگر رسول اللہ ﷺ بلائیں تو نماز کی حالت میں بھی لبیک کہتے ہوئے اور نماز چھوڑ کر حاضرِ خدمت ہو جاؤ. قسطانی شرح بخاری کتاب التفسیر میں ہے "اگر چہ سینہ نمازی کے قبلہ سے پھر گیا مگر اُدھر ہی پھرا جو قبلہ کا بھی قبلہ ہیں. اگر چہ نمازی نے کلام کیا تو کلام اُن سے کیا جن کو سلام کرنا نماز میں واجب ہے."

مدارج النبوہ وحل ولادت جلد دوم میں ہے کہ "خانہ کعبہ نے حضور علیہ السلام کی ولادت کی شب مقامِ ابراہیم کی طرف سجدہ کیا تو معلوم ہوا کہ سرکارِ دو عالم ﷺ کعبہ کا بھی کعبہ ہیں. کعبہ کو جو عزت ملی محبوبِ خدا کے صدقے سے ملی. سرکار کی مرضی میں کعبہ کو قیامت تک کے لئے قبلہ بنا دیا. آیئے آیت، ترجمہ و تفسیر ملاحظہ کیجئے.

يَاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوا اسۡتَجِيۡبُوۡا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوۡلِ اِذَا دَعَاكُمۡ لِمَا يُحۡيِيۡكُمۡ

(پارہ ۹ سورۃ الانفال آیت ۲۴)

ترجمہ: اے ایمان والو جب (بھی) رسول (ﷺ) تمہیں کسی کام سے بلائیں جو تمہیں (جاودانی) زندگی عطا کرتا ہے تو اللہ اور رسول (ﷺ) کو فرمابرداری کے ساتھ جواب دیتے ہوئے (فوراً) حاضر ہو جایا کرو.

تفسیر : اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول ﷺ کی اطاعت کا مکرر حکم دینے کے بعد اس کی حکمت بھی بیان فرمادی گئی کہ اللہ تعالیٰ کا محبوب جس چیز کی طرف تمہیں دعوت دے رہا ہے اور تمہارے مردہ دلوں کو زندہ کرنے والی اور تمہاری جاں بلب روحوں کو تازگی و نشاط عطا فرمانے والی ہے. ہر بات میں سنتِ نبوی کی اطاعت سے دل زندہ ہوتا ہے. اور اس کی نافرمانی سے دل مردہ ہوتا ہے.

امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں روایت کی ہے کہ حضرت ابی سعید بن المعلی فرماتے ہیں کہ میں نماز پڑھ رہا تھا کہ رسول کریم ﷺ نے مجھے یاد فرمایا نماز ختم کرنے کے بعد میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ اے حبیب اللہ جب حضور نے اس غلام کو یاد فرمایا میں نماز پڑھ رہا تھا. اب فارغ ہو کر حاضرِ بارگاہ ہوگیا ہوں. حضور ﷺ نے فرمایا اے ابا سعید کیا اللہ تعالیٰ کا یہ حکم نہیں پڑھا" جس وقت تمہیں اللہ اور اس کا رسول بلائے فوراً حاضر ہو جاؤ" فقہائے کرام نے اس سے یہ مسئلہ مستنبط (اخذ) کیا ہے کہ اگر کوئی نماز پڑھ رہا ہو اور حضور اُسے بلائیں تو وہ حاضرِ خدمت ہو جائے اُس کی نماز نہیں ٹوٹے گی؛ (ضیاءالقرآن)

(۲۹) جہاں حضور ﷺ ہوں وہاں عذاب نہیں.

جس طرح کہ پچھلی امتوں پر عذاب آیا تھا جیسا کہ کسی اُمت پر پتھر برسائے گئے، کسی قوم کو پانی میں ڈبو دیا گیا اور کسی قوم کو زمین میں دھنسا دیا گیا. یہ حضور ﷺ کی موجودگی کی برکت ہے کہ امت محمدیہ کے نافرمانوں پر ایسا کوئی عذاب نہیں آیا. کیونکہ رحمت اللعلمین کے دل کو رنجیدہ کرنا اللہ کو گوارہ نہ ہوا. وحی آئی کہ

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ (پارہ ۹ سورۃ الانفال آیت ۳۳)

ترجمہ : اور (درحقیقت بات یہ ہے کہ) اللہ کو یہ زیب نہیں دیتا کہ ان پر عذاب فرمائے. درآنحالیکہ (اے حبیب مکرم) آپ بھی ان میں (موجود) ہوں.

تفسیر : کفار اسلام کو مٹانے اور پیغمبرِ اسلام کو اذیت پہنچانے میں اپنی ساری کوششیں صرف کر رہے تھے. انہوں نے یہ بھی کہہ دیا کہ اگر یہ دین اور رسول حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا کر ہمیں ہلاک کر دے. اس کے باوجود غضبِ الٰہی کو حرکت نہ ہوئی. اُن پر عذاب نہیں اُتارا گیا. اس لیئے اللہ تعالیٰ نے اس آیتِ کریمہ میں فرماتا ہے کہ اے میرے حبیب آپ ان میں موجود ہیں. آپ کی موجودگی میں عذاب نازل نہیں ہوگا. (بیان السبحان)

(۳۰) رسول اللہ ﷺ کی عطا اللہ کی عطا ہے.

مالِ غنیمت کی تقسیم کے وقت پیش آئے ہوئے واقعہ پر نازل ہوئی ذیل کی آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ کا ہر عمل اللہ کے حکم اور مرضی کے مطابق ہوتا ہے. جس میں کسی قسم کا شک کرنا یا الزام عائد کرنا ازلی و ابدی بدبختی کی دلیل ہے. ملاحظہ فرمائیں آیت و تفسیر

وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ۔ وَقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ سَيُؤْتِيْنَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَرَسُوْلُهٗٓ (پارہ۔۱۰ سورۃ التوبہ آیت ۵۹)

ترجمہ : اور کیا ہی اچھا ہوتا اگر وہ لوگ اس پر راضی ہو جاتے جو ان کو اللہ اور اسکے رسول نے عطا فرمایا تھا. اور کہتے کہ ہمیں اللہ کافی ہے. عنقریب ہمیں اللہ اپنے فضل سے اور اس کا رسول (ﷺ مزید) عطا فرمائے گا.

تفسیر : بخاری، نسائی وغیرہ محدثین بروایت ابو سعید خدریؓ بیان کیا ہے کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ مالِ غنیمت تقسیم کر رہے تھے اتنے میں ذوالخویصرہ کا بیٹا جس کا نام حرقوص تھا آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ انصاف سے تقسیم کیجئے. حضور ﷺ نے فرمایا تیری خرابی ہو اگر میں عدل نہیں کرتا تو پھر کون عدل کریگا. حضرت عمرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ اجازت دیجئے کہ میں اس بے ادب کی گردن مار دوں. ارشاد فرمایا رہنے دو. اس سے ایسے لوگ پیدا ہونگے جن کی نمازوں کے سامنے تم لوگ اپنی نمازیں اور اُن کے روزوں کے سامنے تم لوگ اپنے روزے حقیر سمجھو گے اس کے باوجود وہ لوگ اسلام سے ایسے باہر ہونگے جیسے کمان سے تیر. لہٰذا اُن کو تم جہاں کہیں پانا قتل کر ڈالنا۔ زیرِ آسمان تمام مقتولوں سے وہ بدتر ہونگے.

ابن مردودیہ نے بروایت ابن مسعود بیان کیا کہ جب حضور ﷺ حنین کا مالِ غنیمت تقسیم کر رہے تھے تو ایک شخص بولا یہ تقسیم اللہ کی رضا کے لئے نہیں ہوئی حضور نے فرمایا موسیٰ پر رحم فرمائے اُن کو اس سے زیادہ ایذا دی گئی مگر انہوں نے صبر کیا. اس پر یہ آیت نازل ہوئی.

ابنِ کثیر بروایتِ قتادہ بیان کیا کہ رسول پاک ﷺ مالِ غنیمت تقسیم کر رہے تھے کہ ایک نومسلم بدوی آیا اور کہنے لگا محمد اگر تم کو عدل کرنے کا حکم دیا گیا ہے تو واللہ تم نے عدل نہیں کیا. حضور ﷺ نے فرمایا ارے تو میرے سوا کون عدل کرے گا. اس کے بعد حاضرین سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا لوگو! اس سے اور اس جیسے لوگوں سے پرہیز کرنا. میری امت میں ایسے لوگ ہونگے جو قرآن کی تلاوت کرینگے مگر قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا. جب یہ لوگ خروج کرینگے تو انہیں قتل کر ڈالنا. یہ حکم حضور نے تین مرتبہ فرمایا.

مقصودِ بیان : منافقوں کی حالتِ سقیمہ کا اظہار، رسول اللہ ﷺ کے افعال و اعمال و معاملات پر نکتہ چینی کرنے سے درپردہ باز داشت اس امر کی صراحت کہ اللہ اور اس کے رسول پر بھروسہ رکھنا اور ان کی مرضی پر راضی رہنا مسلمانوں کا اولین فرض ہے. اس بات کی بشارت اور پیشن گوئی کہ آئیندہ مالِ غنیمت. بہت کچھ حاصل ہوگا اور مسلمانوں کو فتوحات نصیب ہونگی وغیرہ. (بیان السبحان)

(۳۱) رسول ﷺ کا مخالف جہنمی ہے.

ذیل کی آیت میں یہ واضح کیا گیا ہے کہ مومن کو چاہیئے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کی رضا کو مقدم جانے. اور رسول اللہ ﷺ کی مخالفت سے بچا رہے.

ہے یہ امید رضؔا کو تری رحمت سے شہا
نہ ہو زندانیٔ دوزخ، ترا بندہ ہوکر

آیۂ مقدسہ ملاحظہ فرمائیں

يَحْلِفُونَ بِاللّٰهِ لَكُمْ لِيُرْضُوكُمْ وَاللّٰهُ وَرَسُولُهٗٓ اَحَقُّ اَنْ يُّرْضُوهُ اِنْ كَانُوا مُؤْمِنِيْنَ. اَلَمْ يَعْلَمُوٓا اَنَّهٗ مَنْ يُّحَادِدِ اللّٰهَ وَرَسُولَهٗ فَاَنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيْهَا. ذٰلِكَ الْخِزْيُ الْعَظِيْمُ (پارہ ۱۰ سورۃ التوبہ آیت ۶۲ـ۶۳)

ترجمہ : مسلمانو (یہ منافقین) تمہارے سامنے اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں تا کہ تمہیں راضی رکھیں حالانکہ اللہ اور اسکا رسول ﷺ زیادہ حقدار ہے کہ اسے راضی کیا جائے اگر یہ لوگ ایمان والے ہوتے (تو یہ حقیقت جان لیتے اور رسول ﷺ کو راضی کرتے. رسول ﷺ راضی ہونے سے ہی اللہ راضی ہو جاتا ہے. کیونکہ دونوں کی رضا ایک ہے) کیا وہ نہیں جانتے کہ جو شخص اللہ اور اسکے رسول کی مخالفت کرتا ہے تو اس کے لئے دوزخ کی آگ (مقرر) ہے جس میں وہ ہمیشہ رہنے والا ہے. یہ زبردست رسوائی ہے.

تفسیر : ابن کثیر وغیرہ سے بروایت قتادہ وسدی بیان کیا ہے منافقوں کی جماعت میں جلاس بن سوید ولیعہ بن ثابت وغیرہم نفاق نے ایک روز کہا واللہ ہمارے یہ لوگ تو بہت افضل واشرف ہیں لیکن محمد جو کہتے ہیں اگر وہ سچ ہوتا تو ہو ہم اس صورت میں گدھوں سے بھی بدتر ہونگے ؛ اس گفتگو کے وقت ایک انصاری نوجوان عامر بن قیس بھی وہاں موجود تھے لیکن انکی کم عمری کو دیکھتے ہوئے منافقوں نے اُن کا کچھ خیال نہ کیا جب منافقوں کے ناشائستہ کلمات ان سے نہ سنے گئے تو بولے واللہ جو کچھ محمد ﷺ کہتے ہیں وہ سچ ہے اور بلاشبہ تم لوگ گدھوں سے بھی بدتر ہو پھر وہاں سے آکر حضور اقدس ﷺ سے کل ماجرہ عرض کر دیا. حضور نے منافقوں کو بلایا اور واقعہ دریافت کیا. منافق قسمیں کھا گئے کہ ہم نے ہرگز ایسا نہیں کہا اور جس نے کہا اس پر اللہ لعنت ہو. حضور نے انکی اسقدر محکم قسموں کو تسلیم کر لیا اور عامر کی طرف کچھ التفات نہ کی اس پر عامر شکستہ دل ہو گئے. اور دعا مانگی پروردگار تو سچے کو سچا اور جھوٹے کو جھوٹا ظاہر کر دے اس پر یہ آیت نازل ہوئی. (بیان السبحان)

(۳۲) رحمتِ عالم ﷺ مومنوں کے نہایت ہمدرد اور شفیق ہیں.

ذیل کی آیتِ مبارکہ میں رحمتِ عالم ﷺ کی اُس شان کو بیان کیا گیا ہے جو کسی اور نبی میں موجود نہیں تھی. ہمارے آقا ﷺ کو ہماری کس قدر فکر لاحق ہے اور وہ ہم پر کس قدر شفیق ہیں ملاحظہ فرمائیں آیتِ شفقت

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ الرَّحِيْمٌ. فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ. عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ (پارہ ۱۱ سورۃ التوبہ آیت ۱۲۸۔۱۲۹)

ترجمہ : بے شک تمہارے پاس تم میں سے (ایک باعظمت) رسول (ﷺ) تشریف لائے تمہارا تکلیف ومشقت میں پڑنا ان پر سخت گراں (گزرتا) ہے. (اے لوگو) وہ تمہارے لئے (بھلائی اور ہدایت کے) بڑے طالب وآرزومند رہتے ہیں. (اور) وہ مومنوں کے لئے نہایت (ہی) شفیق بے حد رحم فرمانے والے ہیں۔ اگر (ان بے پناہ کرم نوازیوں کے باوجود) پھر (بھی) وہ روگردانی کریں تو فرما دیجئے مجھے اللہ کافی ہے. اس کے سوا کوئی معبود نہیں. میں اسی پر بھروسہ کئے ہوئے ہوں. اور وہ عرشِ عظیم کا مالک ہے.

مفسرِ قرآن حضرت سید شاہ عبدالدائم جلالی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر کتاب بیان السبحان میں اس آیتِ مقدسہ کی بڑی پیاری تفسیر بیان فرمائی ہے. ملاحظہ فرمائیں.

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں حضور علیہ السلام کے چند خصائل پسندیدہ اور اخلاقِ حمیدہ کا ذکر فرما کر نبوت کو ثابت کیا ہے. ان آیات میں حسبِ ترتیب اوصاف کا تذکرہ ہے.

(۱) لَقَدْ جَآءَكُمْ : یعنی یہودی وعیسائی اور دیگر مذاہب وملل والے جس نبی کے منتظر تھے اور رسول اللہ ﷺ کے دعویٔ نبوت کو شک کی نظر سے دیکھتے تھے. یہ شبہ ان کا غلط ہے. بلا شبہ یقیناً اللہ کا رسول آ گیا اور تم پر اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان ہے کہ وہ براہ راست تمہارے پاس آیا ممکن تھا کہ کہیں دوسرے ملک میں پیدا ہوتا. اور بالواسطہ اس کا اعلانِ رسالت کی تکذیب خلافِ دانش ہے.

(۲) رَسُوْلٌ : جو رسول تمہارے پاس پہنچا وہ بڑا عظیم الشان ہے. انبیاء تو اور قوموں میں بھی مبعوث ہوئے. مگر ایسا عالی مرتبہ رسول کہیں مبعوث نہ ہوا. اللہ کا دوسرا احسان ہے کہ اس نے سب سے زیادہ عظمت والا رسول تمہاری ہدایت کے لئے مبعوث فرمایا.

(۳) مِنْ اَنْفُسِكُمْ : اللہ کا تم پر تیسرا احسان ہے کہ اُس نے تمہاری قوم اور ملک میں سے ہی اپنا رسول مبعوث فرمایا. جو تمہارے لئے باعثِ فخر و عزت قرار پایا. ہو سکتا تھا کہ یہ شرف کسی اور قوم کو حاصل ہو جاتا مگر اللہ نے تم کو یہ شرف اپنی رحمت سے عطا فرمایا. تم میں سے مبعوث ہونے کا ایک خاص فائدہ یہ ہے کہ اُس کے کل حالات سے تم واقف ہو. سچائی، عفت اور کل چال وچلن کا تم کو علم ہے. کوئی غیر قوم کا ہوتا تو اُس کے ابتدائی احوال تم کو معلوم نہ ہوتے. اب بھی اگر تم کو اُس کی نبوت میں شک باقی رہے تو یہ اللہ کی احسان فراموشی اور ناحق کوشی ہے.

(۴) عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ : اللہ کا یہ چوتھا احسان ہے کہ اُس نے ایسا رسول مبعوث فرمایا جو تمہارا دلی دردمند اور خیر خواہ ہے. وہ چیز جو تم کو تکلیف دہ اور ضرر رساں ہے اُس پر شاق وگراں ہے. کافروں کا کفر کرنا اللہ کی جناب میں گستاخانہ کلمات بکنا مشرکوں کا شرک کرنا منافقوں کا نفاق کرنا مفسدوں کا فساد پھیلانا متکبروں کا آیتِ الٰہی سے منہ موڑنا اور گنہگاروں کا گناہ کرنا سب رسول پر گراں ہے. وہ چیز جو دنیا و دین میں تمہاری بربادی و ہلاکت کا باعث ہو اُس پر شاق ہے.

(۵) حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ : اللہ کا یہ پانچواں احسان ہے کہ رسول تمہارا شفیق رفیق ہے. اسکی شفقت کی یہ حالت ہے کہ گویا تمہاری بہبودی اور عافیت کی اسکو حرص ہو گئی ہے. ہر نقل و حرکت میں اُس کو تمہارا فائدہ مدِ نظر ہے.

بقیدِ لفظ و بیاں شانِ مصطفیٰ کم ہے
ثنا یہی ہے کہ گنجائشِ ثنا کم ہے

(۶) بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ الرَّحِيْمٌ : اللہ کا یہ چھٹا احسان ہے کہ وہ رسول اگر چہ کہ تمام کائنات انسانی کا خیر خواہ اور بہبودی طلب ہے. مگر خصوصیت کے ساتھ وہ اہل ایمان پر مہربان ورحیم وکریم ہے. ایمان کا فائدہ اگر چہ مومنوں کو پہنچتا ہے پہنچے گا. مگر وہ رسول بھی مومنوں کا خاص طور پر، ہمدرد غمخوار، مونس ومہرباں ہے.

مختلف حدیثوں میں حضور ﷺ کی رفعت و رحمت کے واقعات مفصل مذکور ہیں. یتیموں، مسکینوں، فقیروں، بیواؤں، بیماروں غرض ہر بے کس و بے بس طبقہ کے ساتھ جو شفقت حضور ﷺ فرمائے ہیں وہ اپنی نظیر خود ہی ہے.

آیت میں اس کے آگے ارشاد ہوتا ہے کہ ان احسانات وانعامات کے باوجود بھی اگر کوئی راہ راست پر نہ آئیں تو اے نبی تم بھی اُن کی پرواہ نہ کرو اور اُس اللہ پر کامل بھروسہ رکھو جو اپنی الوہیت ربوبیت اور عظمت وقدرت میں یگانہ اور بے ہمتا ہے. (بیان السبحان)

(۳۳) معراجِ حبیب ﷺ

کم وبیش ایک لاکھ پچیس ہزار پیغمبر مبعوث ہوئے مگر سرِ عرش بریں کسی کی رسائی ممکن نہ ہوئی. حضرتِ موسیٰ طور پر بلائے گئے، حضرت عیسیٰ کو چوتھے آسمان کی بلندی عطا فرمائی اور حضرت ادریس علیہ السلام جنت میں بلائے گئے. مگر مرحبا صد مرحبا شانِ حبیب ﷺ کہ آپ کو سرِ عرشِ بریں بصد ناز بلوایا گیا اور اپنی نشانیوں کا مشاہدہ کروایا اور اپنے دیدار کے شرف سے مقامِ حبیب ﷺ کو وہ عظمت وبلندی عطا فرمائی. جس کا اندازہ ممکن نہیں. کہ ؎

تمہارا جائزہ کیا لے گی فکرِ انسانی ☆ شعور کم ہے نظر کم ہے حوصلہ کم ہے

معراج حضور ﷺ کو عطا کیا گیا ایک عظیم معجزہ ہے. جس میں اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ کے علاوہ شانِ رسالت مآب کے کئی باب کشا ہوتے ہیں. اس واقعہ کی تفصیلات سے حیاتِ انبیاء بھی ثابت ہوتی ہے. ملاحظہ فرمائیں آیتِ معراج

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا۔ اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ

(پارہ ۱۵ سورۃ بنی اسرائیل آیت ۱)

ترجمہ : وہ ذات (ہر نقص اور کمزوری سے) پاک ہے جو رات کے تھوڑے سے حصہ میں اپنے (محبوب اور مقرب) بندے کو مسجد حرام سے (اس) مسجد اقصیٰ تک لے گئی جس کے گردونواح کو ہم نے بابرکت بنادیا ہے. تا کہ ہم اس (بندہ کامل) کو اپنی نشانیاں دکھائیں. بے شک وہی خوب سننے والا خوب دیکھنے والا ہے

تفسیر : اس آیتِ کریمہ میں حضور فخر موجودات سید کائنات ﷺ کے ایک عظیم الشان معجزہ معراج کو بیان کیا گیا ہے. ان کلمات سے اس سفر معراج کی غرض وغایت بیان فرمائی کہ یہ سفر یوں ہی نہیں کہ بھاگم بھاگ کرتے ہوئے حضور گئے ہوں اور اسی عجلت سے واپس آگئے ہوں. نہ کچھ دیکھا نہ سُنا بلکہ صحیفہ کائنات کے ہر ہر صفحہ پر گلشنِ ہستی کے ہر ہر پتے پر اللہ تعالیٰ کی قدرت، عظمت، علم وحکمت کے جتنے کرشمے تھے سب بے نقاب کر کے اپنے حبیب ﷺ کو دکھادئے. (ضیاء القرآن)

(۳۴) گستاخِ رسول ﷺ گمراہ، راہِ راست پر نہیں آنے والے.

جیسا کہ یہ بات آجکل عام ہوگئی ہے سرکارِ رسالت ﷺ کے مقام وشان کی ناواقفیت کی بنا پر اکثر تعلیم یافتہ لوگ سرکارِ دوعالم کے بارے میں کچھ سے کچھ کہہ جاتے ہیں کہ نبی کا کام ہے اللہ کا پیغام پہنچانا یعنی وہ بحیثیتِ ڈاکیہ کے ہوتے ہیں، ہماری ہی طرح بشر ہیں، اُنہیں اپنی ہی پیٹھ پیچھے کا دکھائی نہیں دیتا، اُن میں ہم میں نعوذ باللہ کچھ فرق نہیں ہے وغیرہ اور عجیب وغریب عقیدہ رکھتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے لئے اس آیت میں بہترین درس دیا گیا ہے. اور واضح کیا گیا ہے کہ ایسے لوگ گمراہ ہیں اور راہِ راست پر نہیں آسکتے. دیکھئے آیت کریمہ

اُنظُرْ کَیْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا یَسْتَطِیْعُوْنَ سَبِیْلًا

(پارہ۔۱۵ سورۃ بنی اسرائیل آیت ۴۸)

ترجمہ : (اے حبیب) دیکھئے (یہ لوگ) آپ کے لیئے کیسی (کیسی) تشبیہیں دیتے ہیں

پس یہ گمراہ ہو چکے۔اب راہِ راست پر نہیں آسکتے۔

تفسیر : بارگاہِ رسالت میں گستاخی اور اُس کی وجہ سے نعمتِ ایمان سے اُن کی محرومی کا ذکر ہو رہا ہے۔بعض نے اُن میں سے آپ کو مجنون کہا۔بعض ساحر اور بعض کاہن کہتے ہیں۔

(۳۵) سرکار ﷺ کے لئے خاص ہے نمازِ تہجد اور مقامِ محمود

رات کی تنہائی میں نمازیں امت کی بخشش کی دُعائیں

جن کے سجدے فخرِ عبادت صلی اللہ علیہ وسلم

ذیل کی آیتِ کریمہ میں حضور ﷺ کو نمازِ تہجد کا خاص تحفہ دئے جانے کا ذکر کیا گیا ہے۔سرکارِ کائنات پر نمازِ تہجد کا فرض ہونا آپ کی خصوصیت ہے۔اُن لوگوں کے لئے یہ مقامِ غور ہے جو نبی کو اپنی طرح سمجھتے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے یہ خصوصیت عطا فرما کر واضح کر دیا کہ نبی تم میں سے ہے لیکن تم نبی کے برابر نہیں ہو۔اور اللہ تعالیٰ اسی کے ساتھ آپ ﷺ کو مقامِ محمود پر فائز کرنے کا وعدہ بھی فرما رہا ہے۔مقامِ محمود مقامِ شفاعت عظمیٰ ہے جو کسی نبی کو حاصل نہیں۔اس کے باوجود کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ حضور ﷺ کسی کی شفاعت نہیں کر سکتے۔یہ محض ایک خیال ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ رحمتِ عالم اپنی اُمت کی شفاعت تو کرینگے ہی بلکہ انبیائے سابق کی امتوں کی بھی شفاعت فرمائنگے۔

آسان نہ تھا بارِ دو عالم کا اُٹھانا

اے صلی علی قوت سلطانِ مدینہ

آیئے قرآن عظیم سے شانِ شفیع دو عالم ملاحظہ فرمائیے۔

وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ. عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا

(پارہ-۱۵ سورۃ بنی اسرائیل آیت ۷۹)

ترجمہ : اور رات کے کچھ حصہ میں (بھی) قرآن کے ساتھ (شب خیزی کرتے ہوئے) نمازِ تہجد پڑھا کریں. یہ خاص آپ کے لئے زیادہ (کی گئی) ہے. یقیناً آپ کا رب آپ کو مقامِ محمو پر فائز فرمائے گا (یعنی وہ مقامِ شفاعتِ عظمیٰ جہاں جملہ اولین وآخرین آپ کی طرف رجوع اور اور آپ کی حمد کرینگے)

تفسیر : نمازِ تہجد وہ نماز ہے جو سرکارِ دوعالم ﷺ پر ہی فرض کی گئی تھی. ساری امت کے لئے سنت ہے. مقامِ محمود کی وضاحت فرماتے ہوئے خود نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا" یہ وہ مقام ہے جہاں میں اپنی اُمت کی شفاعت کرونگا "

پھر حضور ﷺ اپنے ہاتھ اُٹھائے اور عرض کی اے میرے رب میری امت کو بخش دے پھر حضور زار وقطار رونے لگے. اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے جبریل میرے محبوب کے پاس جاؤ اور جاکر میرا پیغام دو اے حبیب ہم تمہیں تمہاری اُمت کے بارے میں راضی کرینگے. اور آپ کو تکلیف نہیں پہنچائینگے.

روزِ محشر جب ہر دل پر خوف وہراس طاری ہوگا. جلالِ خداوندی کے سامنے کسی کو دم مارنے کی مجال نہ ہوگی. بڑے بڑے شجاع اور زور آور سرکش مارے خوف کے پانی پانی ہورہے ہونگے. ساری خلقِ خدا آدم علیہ لسلام سے لیکر حضرت کلیم تک دروازہ کھٹکھٹائیگی لیکن کہیں سنوائی نہ ہوگی. آخر کار حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس پہنچے گی اور اُن کی شفاعت کی ملتجی ہوگی آپ جواب دینگے کہ میں خود تو آج لب کشائی کی جسارت نہیں کرسکتا. ہاں تمہیں ایک کریم کا آستانہ بتاتا ہوں جس پر حاضر ہونے والا کبھی نامراد واپس نہیں لوٹا. جاؤ اللہ تعالیٰ کے محبوب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے پاس. اور وہاں جاکر عرضِ حال کرو. چنانچہ سب بارگاہِ محبوبِ کبریا میں حاضر ہونگے. اور اپنی داستانِ غم پیش کرینگے. حضور ﷺ سن کر فرمائینگے ہاں میں تمہاری دستگیری کے

لئے تیار ہوں. حضور عرشِ اعظم کے قریب پہنچ کر سجدے میں گر جائینگے. اپنی پاک ومطہر زبان نور سبوح قدوس کی حمد وثنا کرینگے. اُدھر سے آواز آئیگی اے سراپائے خوبی وزیبائی اپنے سر کو اُٹھاؤ. تمہاری بات سنی جائیگی تم مانگتے جاؤ ہم دیتے جائینگے. تم شفاعت کرتے جاؤ ہم شفاعت قبول فرماتے جائینگے. اسی طرح شفاعتِ حبیب سے اللہ تعالیٰ کی بے پایاں محبت کا دروازہ کھلے گا. (ضیاء القرآن)

(۳۶) سرکارِ کائنات ﷺ خلقتِ ظاہری میں مثلِ بشر ہیں

ذیل کی آیتِ مبارکہ کی تفسیر میں مفسرین کرام نے لکھا ہے کہ دورِ جاہلیت میں لوگ طاقتور کی پرستش کرتے تھے. آگ کو خدا سمجھ کر اسکی پوجا کی، پانی سے آگ ٹھنڈی ہوئی تو پانی کو طاقت ور سمجھا پانی کی پرستش کی، رات کے اندھیرے نے ہر چیز کو ڈھانک لیا تو رات کو طاقتور سمجھے، سورج طلوع ہو کر اندھیرے کو دور کیا تو سورج کو خدا مان لیا. اسی طرح عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا تصور کرلیا تھا. کیونکہ وہ بغیر باپ کے پیدا کئے گئے تھے. اور مُردوں کو زندہ کرتے تھے اور بیماروں کو شفا بخشتے تھے. لوگ چند معجزے دیکھکر خدا کا تصور کرتے تھے۔ سرکارِ دوعالم ﷺ کی ذات تو سراپا معجزہ ہے۔ کنکریوں کا کلمہ شہادت پڑھنا، چاند کے دو ٹکڑے کردینا، انگلی کے اشارے سے ڈوبے سورج کا لوٹ آنا، دستِ رحمت کی برکت، انگلیوں سے پانی کے چشمے جاری ہونا، اک اشارہ پاکر درختوں کا زمین پھاڑتے ہوئے حاضر ہونا غرض یہ کہ بے شمار معجزات کا ظہور ہوا ؂

دو چار معجزے ہوں تو مانے بشر کوئی
پوری حیات سلسلۂ معجزات ہے

تو یہ خدشہ تھا کہ حضور علیہ السلام کو خدا یا خدا کا بیٹا تصور نہ کرلیں. اسی لیئے خدا نے اپنے حبیب ہی کی زبانِ مبارک سے یہ کہلوایا کہ میں خلقتِ ظاہری میں تمہاری ہی طرح بشر ہوں. لیکن مجھ میں اور تم میں بہت فرق ہے. آیئے آیتِ مثلکم سمجھیں.

قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَيَّ أَنَّمَا إِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَّاحِدٌ ۔ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا۔

(پارہ۔۱۶ سورۃ الکھف آیت ۱۱۰)

ترجمہ : فرمادیجئے میں تو صرف (بخلقتِ ظاہری) بشر ہونے میں تمہاری مثل ہوں۔ (اس کے سوا اور تمہاری مجھ سے کیا مناسبت ہے ذرا غور کرو) میری طرف وحی کی جاتی ہے۔ (بھلا تم میں یہ نوری استعداد کہاں ہے کہ تم پر کلامِ الٰہی اُتر سکے) وہ یہ کہ تمہارا معبود معبود یکتا ہی ہے۔ پس جو شخص اپنے رب سے ملاقات کی امید رکھتا ہے تو اُسے چاہئے کہ نیک عمل کرے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے۔

تفسیر : علمائے سلف نے اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اظہارِ تواضع کے اعلان کرنے کا حکم دیا گیا ہے تاکہ اس فتنہ کو روزِ اول ہی سے ختم کر دیا جائے علامہ ثنا اللہ پانی پتی حضرت ابن عباسؓ سے اس آیت کی تفسیر ان الفاظ میں نقل کرتے ہیں "صاحب کمال کا اظہار تواضع بھی اس کا کمال ہوتا ہے لیکن بعض کج فہم اور حقیقت ناشناس لوگ اس آیت کو کمالاتِ نبوت کے انکار کی دلیل بناتے ہیں۔"

اس میں کوئی شک نہیں کہ حضور صفتِ بشریت سے متصف ہیں اور حضور کی بشریت کا مطلقاً انکار غلط سر تا پا غلط ہے۔ لیکن دیکھنا یہ ہے کہ حضور کو بشر کہنا درست ہے یا نہیں۔ جملہ اہل اسلام کا عقیدہ ہے کہ حضور پُر نور کی تعظیم و تکریم فرضِ عین ہے۔ اور ادنیٰ سی بے ادبی سے ایمان سلب ہو جاتا ہے۔ اور اعمال ضائع ہو جاتے ہیں ارشادِ الٰہی ہے وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ اب دیکھنا یہ ہے کہ بشر کہنے میں تعظیم ہے یا تنقیص۔ ادب و احترام ہے یا سوئے ادبی۔ پہلی صورت میں بشر کہنا جائز ہوگا دوسری میں ناجائز۔ ہر سپر علم و عرفاں حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب نے اس عقیدے کا جو حال پیش کیا ہے اس کے مطالعہ کے بعد کوئی اشتباہ نہیں رہتا۔ آپ کے ارشاد کا خلاصہ یہ ہے کہ لفظ

مفہوماً و مصداقاً متضمن بہ کمال ہے۔ کیونکہ آدم علیہ السلام کو بشر کہنے کی وجہ یہ ہے کہ انھیں اللہ تعالیٰ نے اپنے دستِ قدرت سے پیدا فرمایا۔ ارشادِ باری ہے "اے ابلیس جس کو میں نے دونوں ہاتھوں سے پیدا کیا اُس کو سجدہ کرنے سے تجھے کس نے روکا" کیونکہ اس پیکرِ خاکی کو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ لگنے کی عزت نصیب ہوئی۔ اس لئے اسے بشر کہا گیا۔ اس خاک کے پتلے کی اس سے بڑھ کر عزت افزائی اور کیا ہو سکتی ہے۔ نیز یہی بشر ہے جو آپ کے الفاظ میں کمالِ اتجلا کے لیئے مظہر بنایا گیا اور ملائکہ بوجہ نفسِ مظہریت کمال سے محروم ٹھہرے۔ یہ دونوں چیزیں اگر ذہن نشین ہوں تو بشر کہنا عین تعظیم و تکریم ہے۔ " مگر چونکہ اس کمال تک ہر کس و ناکس سوائے اہل تحقیق اور اہل عرفان رسائی نہیں رکھتا۔ لہٰذا اطلاقِ لفظِ بشر میں خواص بلکہ اخص الخواص کا حکم عوام سے علحدہ ہے خواص کے لئے جائز ہے اور عوام کے لئے بغیر زیارتِ لفظ دال بر تعظیم و نا جائز ہے" (ضیاء القرآن)

(۳۷) حضور ﷺ رحمت اللعلمین ہیں.

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب قاسم کوثر ﷺ کو بے شمار خصوصیات و عظمتیں عطا کی ہیں جس میں ایک وسیع عظمت آپ ﷺ کا رحمت اللعلمین ہونا ہے۔ حضور ﷺ ایک جہاں ہی کے لئے نہیں بلکہ سارے جہانوں کے لیئے رحمت بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ آیئے آیتِ رحمت ملاحظہ کریں

وَمَآ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِيۡنَ (پارہ ۱۷ سورۃ الانبیاء آیت ۱۰۷)

ترجمہ : اور (اے رسولِ محتشم) ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر
تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر

تفسیر : ارشاد ہے اے محبوب جو کتابِ مجید، دینِ حنیف، شریعتِ بیضا، خُلقِ عظیم، دلائل قاہرہ، حجِ باہرہ، آیتِ منیات اور معجزاتِ ساطعات غرضکہ جن ظاہری و باطنی جسمانی و روحانی نعمتوں سے مالا مال کر کے ہم نے آپ کو مبعوث فرمایا ہے اس کی غرض و غایت یہ ہے کہ آپ

سارے جہان والوں کے لیئے اپنوں اور بیگانوں کے لئے دوستوں اور دشمنوں کے لیئے سراپا رحمت بن کر ظہور فرما دیں.

یہ تو عالمِ ناسوت میں حضور کی گوناگوں رحمتوں کا ظہور ہے لیکن صرف بیان ہی نہیں بلکہ عالمِ ملکوت میں بھی حضور کی رحمت کا پرچم لہرا رہا ہے. حضور کا دستِ شفقت گل افشانی کر رہا ہے. وہاں رحمتِ محمدی کے ظہور میں جو بانکپن ہے اور بحرِ کرم میں وہ مٹھاس ہے اور روانی ہے اس کا حال تو فقط وہ نفوسِ قدسی ہی جانتے ہیں. جنہیں اُس عالم کی سیاحت ارزانی ہوئی ہے.

علامہ سید محمود آلوسی بغدادیؒ اس آیتِ کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے رقم طراز ہیں

حضور نبی کریم ﷺ کا تمام کائنات کے لئے رحمت ہونا اس اعتبار سے ہے کہ عالمِ امکاں کی ہر چیز کو حسبِ استعداد جو فیضِ الٰہی ملتا ہے وہ حضور کے واسطے سے ملتا ہے. اسی لئے حضور کا نور مخلوقات سے پہلے پیدا فرمایا گیا.

حدیث شریف میں ہے فرمایا نبی کریم ﷺ نے کہ اے جابر سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے تیرے نبی کے نور کو پیدا فرمایا اور دوسری حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ دینے والا ہے اور میں (اُس رحمت کے خزانوں کو) بانٹنے والا ہوں. (ضیاء القرآن)

(۳۸) رسول اللہ ﷺ کی زوجہ کی پاکدامنی کا اللہ خود گواہ ہے.

نبی کریم ﷺ کی ازواجِ مطہرات تمام مومنین کی مائیں ہیں. لیکن دل میں نفاق ہو تو کوئی کیا کرے. جیسا کہ واقعات میں آیا ہے کچھ لوگوں نے ام المومنین حضرتہ عائشہ صدیقہؓ کی شان میں بہتان تراشی کے ذریعہ گستاخی کی کوشش کی لیکن اللہ تعالیٰ اپنے حبیبِ پاک کو ہر آلودگی سے پاک رکھا اور زوجہ رسول کی پاکدامنی کو اپنے کلامِ بلاغت نظام میں واضح کر دیا اور اس پاکدامنی کا خود گواہ ہو کر رہ گیا. اور بغض وحسد یا کسی اور وجہ سے بہتان تراشی کرنے والوں کے لئے وعید بھی آئی. دیکھئے آیتِ برائت.

اِنَّ الَّذِینَ جَآءُ وْ بِالْاِفْکِ عُصْبَۃٌ مِّنْکُمْ۔ لَا تَحْسَبُوْہُ شَرًّا لَّکُمْ۔ بَلْ ھُوَ خَیْرٌ لَّکُمْ۔ لِکُلِّ امْرِیٍٔ مِّنْھُمْ مَّا اکْتَسَبَ مِنَ الْاِثْمِ وَالَّذِیْ تَوَلّٰی کِبْرَہٗ مِنْھُمْ لَہٗ عَذَابٌ عَظِیْمٌ (پارہ ۱۸ سورۃ النور آیت ۱۱)

ترجمہ : بے شک جن لوگوں نے (عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ پر) بہتان لگایا تھا (وہ بھی) تم ہی میں سے ایک جماعت تھی، تم اس (بہتان کے واقعہ) کو اپنے حق میں بُرا مت سمجھو بلکہ وہ تمہارے حق میں بہتر (ہو گیا) ہے۔ (کیونکہ تمہیں اسی حوالے سے احکامِ شریعت مل گئے۔ اور عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ کی پاکدامنی کا گواہ خود اللہ بن گیا۔ جس سے تمہیں اسکی شان کا پتہ چل گیا۔) ان میں سے ہر ایک کے لیئے اتنا ہی گناہ ہے جتنا اس نے کمایا۔ اور ان میں سے جس نے اس (بہتان) میں سب سے زیادہ حصہ لیا اس کے لئے زبردست عذاب ہے۔

تفسیر : ۵ھ میں غزوہ المصطلق سے واپسی کے وقت قریبِ مدینہ ایک پڑاؤ ٹھہرا تو ام المومنین حضرتِ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ضرورت کے لئے کسی گوشہ میں تشریف لے گئیں وہاں ہار آپ کا ٹوٹ گیا۔ اس کی تلاش مین مصروف ہو گئیں۔ ادھر قافلہ نے کوچ کیا۔ اور آپ کا مہمال شریف اُونٹ پر کس دیا اُنھیں یہی خیال رہا کہ ام المومنین اس میں ہیں۔ قافلہ چل دیا۔ آپ آ کر قافلہ کی جگہ بیٹھ گئیں۔ آپ نے خیال کیا کہ میری تلاش میں قافلہ واپس ہوگا قافلہ کے پیچھے گری پڑی چیزیں اُٹھانے کے لئے ایک صاحب رہا کرتے تھے۔ اُس موقع پر حضرت صفوانؓ اس کام پر تھے۔ جب وہ آئے اور اُنہوں نے آپ کو دیکھا تو بلند آواز سے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پکارا۔ آپ نے کپڑے سے پردہ کر لیا۔ اُنھوں نے اپنی اُونٹنی بٹھائی آپ اُس پر سوار ہو کر لشکر میں پہنچیں۔ منافقینِ سیاہ باطن نے اوہامِ فاسدہ پھیلائے اور آپ کی شان میں بدگوئی شروع کی بعض مسلمان بھی اُن کے فریب میں آ گئے۔ اور اُن کی زبان سے بھی کوئی کلمہ بیجا سرزد ہوا

ام المومنین بیمار ہوگئیں۔اور ایک ماہ تک بیمار رہیں۔اُس زمانے میں اُنھیں اطلاع نہیں ہوئی کہ اُن کی نسبت منافقین کیا بک رہے ہیں۔ایک روز ام مسطح سے اُنھیں یہ خبر معلوم ہوئی۔اس سے آپ کا مرض اور بڑھ گیا۔اور اس صدمہ میں اس طرح روئیں کہ آپ کا آنسو نہ تھمتا تھا۔اور نہ ایک لحہ کے لئے نیند آئی تھی۔اس عالم میں سید عالم ﷺ پر وحی نازل ہوئی۔حضرت ام المومنین کی طہارت میں یہ آیتیں اُتریں۔آپ کا شرف و مرتبہ اللہ تعالیٰ نے اتنا بڑھایا کہ قرآنِ کریم کی بہت سی آیات میں آپکی طہارت وفضیلت بیان کی گئی۔اسی دوران سید عالم ﷺ نے بر سرِ ممبر بہ قسم فرمادیا تھا مجھے اپنے اہل کی پاکی وخوبی بالیقین معلوم ہے تو جس شخص نے اُن کے حق میں بدگوئی کی ہے اُس کی طرف سے میرے پاس کون معذرت پیش کرسکتا ہے۔حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ منافقین بالیقین جھوٹے ہیں۔ام المومنین بالیقین پاک ہیں اللہ تعالیٰ نے سیدِ عالم کے جسمِ پاک کو مکھی کے بیٹھنے سے محفوظ رکھا کہ وہ نجاستوں پر بیٹھتی ہے۔اور یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ وہ آپ کو بدعورت کی صحبت سے محفوظ نہ رکھے۔حضرت عثمانِ غنیؓ نے بھی اسی طرح آپ کی طہارت بیان کی اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کا سایہ زمین پر پڑنے نہ دیا تاکہ اس سایہ پر کسی کا قدم نہ پڑے۔تو جو پروردگار آپ کے سایہ کو بھی محفوظ رکھتا ہے کس طرح ممکن ہے کہ وہ آپ کے اہل کو محفوظ نہ فرمائے۔حضرت علی مرتضیٰؓ نے فرمایا کہ ایک جوں کا خون لگنے سے پروردگار نے آپ کو نعلین اُتار دینے کا حکم دیا۔جو پروردگار آپ کی نعلین شریف کی اتنی سی آلودگی کو گوارہ نہ کیا ممکن نہیں کہ وہ آپ کے اہل کی آلودگی گوارہ کرے۔اسی طرح بہت سارے صحابہ بہت سی صحابیات نے قسمیں کھائیں۔

آیت نازل ہونے سے قبل ہی حضرت ام لمومنین کی طرف سے قلوب مطمئن تھے۔آیت کے نزول نے انکا عزوشرف اور زیادہ کردیا۔تو بدگوئیوں کی بدگوئی اللہ اور اسکے رسول اور صحابہ کرام کے نزدیک باطل ہے۔اور بدگوئی کرنے والوں کے لئے سخت ترین مصیبت ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس پر جزا دی۔ اور حضرت ام المومنین کی شان میں اور ان کی برائت ظاہر فرمایا۔ اور اٹھارہ آیتیں نازل فرمائیں۔ جس نے اس کے عمل کیے، کسی نے طوفان اُٹھایا، کسی نے بہتان اُٹھانے والے کی زبان موافقت کی۔ کوئی ہنس دیا، کسی نے خاموشی کے ساتھ سُن لیا جس نے جو کیا وہ اُس کا بدلہ پائے گا۔

مروی ہے کہ ان بہتان لگانے والوں پر بحکمِ رسول کریم ﷺ حد قائم کی گئی۔ اور اسّی اسّی کوڑے لگائے گئے۔ وہ منافق عبداللہ بن ابی سلول تھا جو اپنے دل میں یہ طوفان گڑھا اور اس کو مشہور کرتا پھرا۔ (کنزالایمان)

(۳۹) رسول ﷺ کی اطاعت بامُراد کرتی ہے۔

یقیناً جو لوگ اللہ سے ڈرتے ہیں اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرتے ہیں وہی لوگ مُراد پاتے ہیں۔ اس بات کا اعلان بھی اللہ تعالیٰ نے کلام مجید میں واضح طور پر کیا ہے آیتِ مراد ملاحظہ کیجئے۔

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَيَخْشَ اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ

(پارہ ۱۸ سورۃ النور آیت ۵۲)

ترجمہ : اور جو شخص اللہ اور اسکے رسول کی اطاعت کرتا ہے اور اللہ سے ڈرتا اور اس کا تقویٰ اختیار کرتا ہے پس ایسے ہی لوگ مراد پانے والے ہیں۔

تفسیر : جو شخص فرائض میں اللہ کی اطاعت کرتا ہے اور سنّتوں میں اُس کے رسول ﷺ کی پیروی کرتا ہے اور گزری ہوئی زندگی میں جو غلطیاں اُس سے ہوئیں اُن کی وجہ سے اللہ سے ڈرتا ہے اور آنے والی زندگی میں تقویٰ اختیار کرتا ہے۔ یہی کامیاب ہے اور کامیاب وہ شخص ہے جسے آتشِ جہنم سے نجات مل گئی۔ اور جنت میں داخل کر دیا گیا۔ (ضیاء القرآن)

(۴۰) رسول ﷺ کی اطاعت سے ھدایت حاصل ہوتی ہے.

ذیل کی آیت میں بھی اللہ تعالیٰ رسول ﷺ کی اطاعت ہی کی ہدایت فرمارہا ہے اور جو روگردانی کرتے ہیں اللہ اور اس کے رسول پر اس کا کوئی ذمہ نہیں ہے. ملاحظہ فرمائیں آیتِ مبارکہ

قُلْ اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَیْہِ مَا حُمِّلَ وَ عَلَیْکُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ۔وَاِنْ تُطِیْعُوْہُ تَہْتَدُوْا۔وَمَا عَلَی الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ (پارہ ۱۸ سورۃ النور آیت ۵۴)

ترجمہ : فرمادیجئے تم اللہ کی اطاعت کرو اور رسول (ﷺ) کی اطاعت کرو پھر اگر تم نے (اطاعت) سے روگردانی کی تو (جان لو) رسول (ﷺ) کے ذمہ وہی کچھ ہے جو اُن پر لازم کیا گیا. اور تمہارے ذمہ وہ ہے جو تم پر لازم کیا گیا ہے. اور اگر تم انکی اطاعت کروگے تو ہدایت پا جاؤ گے. اور رسول اللہ (ﷺ) پر (احکام کو) صریحاً پہنچادینے کے سوا (کچھ لازم) نہیں ہے.

(۴۱) حضور ﷺ کی حضوری میں ادب لازم ہے

اس سے پہلے بھی سورۃ البقرہ کی آیت ۱۰۴ میں رسول اللہ کی بارگاہ کے آداب بتلائے گئے ہیں۔اب بارگاہ نبوی میں گفتگو کے آداب سکھلانے والی اس آیت سے یہ بات بھی واضح ہوجاتی ہے کہ رسول عام مسلمانوں کی طرح نہیں ہیں بلکہ اللہ کے حبیب عالی مرتبت رسول معظم ہیں۔جن سے گفتگو کے دوران خود اللہ رب العزت نے بھی لطفِ ادب کو برقرار رکھتے ہوئے کبھی نام لیکر مخاطب نہ ہوا۔ کبھی یٰسین کہا کبھی طٰہٰ کہا نام لیکر خدا نے پکارا نہیں۔دیکھئے آیت

لَا تَجۡعَلُوۡا دُعَآءَ الرَّسُوۡلِ بَيۡنَكُمۡ كَدُعَآءِ بَعۡضِكُمۡ بَعۡضًا قَدۡ يَعۡلَمُ اللّٰهُ الَّذِيۡنَ يَتَسَلَّلُوۡنَ مِنۡكُمۡ لِوَاذًا ۚ فَلۡيَحۡذَرِ الَّذِيۡنَ يُخَالِفُوۡنَ عَنۡ اَمۡرِهٖۤ اَنۡ تُصِيۡبَهُمۡ فِتۡنَةٌ اَوۡ يُصِيۡبَهُمۡ عَذَابٌ اَلِيۡمٌ (پارہ ۱۸ سورۃ النور آیت ۶۳)

ترجمہ : (اے مسلمانو) تم رسول اللہ کے بلانے کو آپس میں ایک دوسرے کو بلانے کی مثل قرار نہ دو (جب رسول اکرم ﷺ کو بلانا تمہارے باہمی بلاوے کی مثل نہیں تو خود رسول کی ذاتِ گرامی تمہاری مثل کیسے ہوسکتی ہے) بے شک اللہ ایسے لوگوں کو (خوب) جانتا ہے۔جو تم میں سے ایک دوسرے کی آڑ میں (دربارِ رسالت) سے چپکے سے کھسک جاتے ہیں پس وہ لوگ ڈریں جو رسول (ﷺ) کے امر (ادب) کی خلاف ورزی کررہے ہیں کہ (دنیا میں ہی) انہیں کوئی آفت آپہنچے گی یا (آخرت میں) ان پر دردناک عذاب آن پڑے گا۔

تفسیر : بارگاہِ رسالت کا ادب واحترام ملحوظ رکھنے کا حکم دیا جارہا ہے اور اس طرح خطاب کرنے سے منع کیا جارہا ہے۔جس طرح عام لوگ آپس میں ایک دوسرے کو خطاب کرتے ہیں۔بارگاہِ رسالت میں شور مچانا بلند آواز سے اور روکھے سوکھے پھیکے انداز سے ندا کرنے کی ممانعت ہے۔لیکن نرمی اور ملاطفت کے ساتھ یارسول اللہ کہو اور گستاخانہ انداز سے یا محمد نہ کہو۔

(۴۲) آپ ﷺ بشیر و نذیر ہیں۔

جیسا کہ اس سے پہلے بتایا جاچکا ہے کہ آپ ﷺ کو بشیر و نذیر بنا کر مبعوث فرمایا گیا ہے ذیل کی آیت میں بھی اُسی شان کا اظہار ہے۔

وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا (پارہ ۱۹ سورۃ الفرقان آیت ۵۶)

ترجمہ : اور ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر (اللہ کے اطاعت گزار بندوں کو) خوشخبری سنانے والا اور (بغاوت شعار لوگوں کو) ڈر سنانے والا بنا کر.

(۴۳) رسول اللہ ﷺ ہماری جانوں کے قریب اور مالک ہیں اور آپ کی ازواجِ مطہرات ہماری مائیں ہیں.

ذیل کی آیتِ کریمہ میں ایمان اور اطاعتِ رسول کا معیار بتلایا گیا ہے کہ رسول کی اطاعت مقدم ہے اپنی جان سے بلکہ اپنے ماں باپ کے حکم سے .اور ازواجِ مطہرات کو ہماری مائیں کہہ کر مومنوں کو اللہ تعالیٰ نے شرفِ عظیم سے مشرف فرمایا ہے.آیتِ مقدس ملاحظہ کریں

اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗٓ اُمَّهٰتُهُمْ

(پارہ ۲۱ سورۃ الاحزاب آیت ۶)

ترجمہ : یہ نبی (مکرم ﷺ) مومنوں کے ساتھ اُن کی جانوں سے زیادہ قریب اور حقدار ہیں اور آپ کی ازواج (مطہرات) اُن کی مائیں ہیں.

شانِ نزول : تفسیرِ روح البیان میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے ایک مرتبہ صحابہ کرام کو غزوہ تبوک کے لئے چلنے کا حکم فرمایا تو بعض حضرات نے عرض کیا کہ ہم اس بارے میں اپنے ماں باپ سے مشورہ کرلیں اُن کا یہ جواب دینا اور اطاعتِ رسول ﷺ کو ماں باپ کے مشورے پر موقوف رکھنا بارگاہِ الٰہی میں ناپسند آیا.اس پر یہ آیت نازل ہوئی.

اَوْلٰی کے معنوں میں ایک معنی زیادہ مالک کے ہوتے ہیں. تو مطلب یہ ہوا کہ نبی علیہ السلام کو تم پر اختیار اور ملکیت ہے. کہ اتنی ملکیت تمہاری جان کو تمہارے جسموں اور اعضا پر نہیں ہے. جان جسم کے اعضاء کی ایسی مالک ہے کہ کسی عضو کی کوئی حرکت بغیر جان کے ارادے کے نہیں ہوتی. ہاتھ پاؤں ناک کان وغیرہ سب بے بس ہیں اور جان کے قبضہ میں ہیں. مگر حضور علیہ السلام کی ملکیت اور قبضہ اس سے بھی زیادہ ہونا چاہیئے کہ جو بھی حرکت ہو وہ حضور علیہ السلام کے فرمان کے تحت ہو.

حضرت سہیل نے فرمایا جو شخص اپنے آپ کو حضور ﷺ کا غلام نہ سمجھے اور اپنے تمام حالات میں اپنے آپ پر حضور ﷺ کی حکمرانی تسلیم نہ کرے اُس نے سنّت کی شیرینی کا مزہ چکھا ہی نہیں.

اَوْلٰی کے دوسرے معنی زیادہ لائق کے ہوتے ہیں. تو معنی یہ ہوئے کہ حضور ﷺ جان سے بھی زیادہ اطاعت کے لائق ہیں.

اَوْلٰی کے تیسرے معنی زیادہ قریب کے ہوتے ہیں. جیسا کہ مدارج النبوہ کے جلد اول باب سوم میں ہے کہ نزدیک تر. نیز یہی معنی مولوی قاسم نانوتوی نے بھی تحذیر الناس میں کئے ہیں. تو اب یہ معنی ہوئے کہ نبی مسلمانوں سے زیادہ قریب ہیں بہ مقابلہ اُن کی جان کے. اور یہ معلوم ہوا کہ دنیا میں سب سے زیادہ قریب ہماری جان ہے. اس لیئے جسم کو ذرا بھی تکلیف پہنچ جائے تو روح کو خبر ہو جاتی ہے اور جان سے بھی قریب حضور علیہ السلام ہیں.

اس سے مسئلہ حاضر و ناظر بھی حل ہو گیا کہ جان ہر ہر عضو میں حاضر و ناظر ہوتی ہے. اور حضور علیہ السلام ہر مسلمان کے پاس حاضر ہیں اور ناظر بھی. اور مسلمان تو زمین و آسمان کے ہر گوشہ میں رہتے ہیں. کیونکہ فرشتہ، جن و انسان سب ہی میں مسلمان ہیں تو حضور علیہ لسلام ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں.

نکتہ : اللہ تعالیٰ نے اپنے لیئے فرمایا نَحۡنُ اَقۡرَبُ اِلَیۡهِ مِنۡ حَبۡلِ الۡوَرِیۡد - ہم تو شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں اور حبیب علیہ لسلام کے لئے فرمایا اَلنَّبِیُّ اَوۡلٰی بِالۡمُؤۡمِنِیۡنَ اَنۡفُسِهِمۡ کہ نبی علیہ السلام مسلمانوں سے بہ مقابلہ ان کی جانوں سے زیادہ قریب ہیں اگر شہ رگ کٹ گئی تو موت آئے گی اور اگر جان جسم سے نکل گئی تب بھی موت آئیگی. تو معلوم یہ ہوا کہ اگر اللہ تعالیٰ سے کوئی شخص اپنے کو قریب نہ جانے تو ایمان ختم ہو گیا اگر محمد رسول اللہ ﷺ کو اپنے سے قریب نہ جانے تو بھی بے دین ہو گیا.

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے لکھا ہے کہ مسلمانوں کے بہت سے فرقے ہوئے اور اُن میں بہت سے اختلافات بھی ہیں مگر سب اس پر متفق ہیں کہ حضور علیہ السلام ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں. اس لیئے اتحیات میں ہر شخص اَلسَّلَامُ عَلَیۡكَ اَیُّهَاالنَّبِی کہتا ہے. یعنی اے نبی آپ پر سلام. قبر میں ہر شخص کو حضور کا دیدار کرایا جاتا ہے چاہے وہ کہیں بھی مرے. اور جب تنہا گھر میں جائے تو کہے اَلسَّلَامُ عَلَیۡكَ اَیُّهَاالنَّبِی وَرَحۡمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُهٗ.

حضور کی ازواجِ مطہرات مسلمانوں کی مائیں سے مطلب سرکارِ دو عالم ﷺ جس عورت سے نکاح فرمائیں وہ مسلمانوں کی مثلِ ماں بدرجہ اولیٰ ہونی چاہیئے. ان سے نکاح کرنا مسلمان کے لئے حرام ہے اور اُن کا ادب و احترام ماں کی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ ہے. لیکن اُن کو بے حجاب دیکھنا اُن کے ساتھ تنہا سفر کرنا نا جائز ہے.

(۴۴) رسول ﷺ کا اسوۂ حسنہ.

رسول اللہ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے کہ "میں بہترین اخلاق کی تکمیل کے لئے بھیجا گیا ہوں." لہٰذا قیامت تک کے انسانوں کے لئے سرکارِ دو عالم کا حسنِ عمل بہترین نمونہ حیات ہے. رہتی دنیا تک کوئی ایسی خوبی ایسی صفت پیش نہیں کر سکتا جو اخلاقِ محمدی میں نہ ہو. توکل، صبر و رضا، گالیاں کھا کے دُعائیں دینا، فتح مکہ کے بعد کی عام معافی وغیرہ۔ آیتِ دلیل ملاحظہ فرمائیں.

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِىْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

(پارہ ۲۱ سورۃ الاحزاب آیت ۲۱)

ترجمہ : فی الحقیقت تمہارے لیئے رسول اللہ (ﷺ کی ذات) میں نہایت ہی حسین نمونہ (حیات) ہے.

تفسیر : یہ آیت اپنے الفاظ کے اعتبار سے عام ہے. اسے زندگی کے کسی ایک شعبہ کے ساتھ وابستہ نہیں کیا جاسکتا لیکن جس موقع پر اس کا نزول ہوا اُس نے اسکی اہمیت کو چار چاند لگادئے ہیں. یہ آیت غزوہ خندق کے ایام میں نازل ہوئی. جبکہ دعوتِ حق پیش کرنے والوں کے راستے میں آنے ولی ساری مشکلات اور آلام و مصائب پوری شدت سے رونما ہوگئے. دشمن سارے عرب کو ساتھ لیکر آدھمکا ہوئے. یہ حملہ اتنا اچانک ہوا کہ اس کو پسپا کرنے کے لئے جس تیاری کی ضرورت ہے اس کے لیئے خاطر خواہ وقت نہیں. تعداد کم ہے سامان رسد کی اتنی قلت ہے کہ کئی وقت فاقہ کرنا پڑا. مدینے کے یہودیوں نے عین وقت پر دوستی کا معاہدہ توڑ دیا. ان کی غداری کے باعث حالات مزید پیچیدہ ہوگئے. دشمن سیلاب کی طرح بڑھا چلا آرہا ہے. اس کے پہونچنے سے قبل مدینہ طیبہ کی مغربی سمت کو خندق کھود کر محفوظ بنادینا ازحد ضروری ہے.

ان حالات میں حضور سرورِ عالم ﷺ اپنے صحابہ کے دوش بہ دوش موجود ہیں. خندق کھودنے کا موقع آتا ہے تو ایک عام سپاہی کی طرح خندق کھودنے لگتے ہیں. مٹی اُٹھا کر پھینک رہے ہیں. دوسرے مجاہدین کی طرح فاقہ کشی کی تکلیف بھی برداشت فرماتے ہیں. اگر صحابہ نے پیٹ پر ایک پتھر باندھ رکھا ہے تو شکمِ رسالت پر دو پتھر باندھے دکھائی دیتے ہیں.

پھر جنگی اور سیاسی خطوط پر ایسی تدبیر کی جاتی ہے کہ دشمن آپس میں ٹکرا جاتا ہے اور حملہ آور خود بخود محاصرہ اٹھا کر ایک دوسرے پر گالیوں کی بوچھار کرتے ہوئے ایک دوسرے پر غداری اور عہد شکنی کے الزامات لگاتے ہوئے بھاگ جاتا ہے.

(۴۵) حکم رسول ﷺ پر ہمارے اختیار کو دخل نہیں.

شانِ رسالت مآب کی شانِ بے حد کا اندازہ لگائیں کہ آپ کے حکم کے بعد تعمیل کریں یا نہ کریں یہ فیصلہ کرنے کا بھی ہمیں اختیار نہیں ہے. آقا علیہ السلام کے حکم پر سرِ تسلیم خم کرنے کی ھدایت دیتے ہیں اللہ تعالی فرمارہا ہے

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ. وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا

(پارہ ۲۲ سورۃ الاحزاب آیت ۳۶)

ترجمہ : اور نہ کسی مومن مرد کو (یہ) حق حاصل ہے اور نہ کسی مومن عورت کو کہ جب اللہ اور اسکا رسول (ﷺ) کسی کام کا فیصلہ (یا حکم) فرمادیں تو ان کے لئے اپنے (اس) کام میں (کرنے یا نہ کرنے کا) کوئی اختیار ہو. اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی نافرمانی کرتا ہے تو وہ یقیناً کھلی گمراہی میں بھٹک گیا.

تفسیر : حضرات قتادہ، مجاہد، ابن عباس اور دیگر ائمہ تفسیر کا یہ قول ہے کہ جب رحمتِ عالم ﷺ نے اپنی پھوپھی عمیمہ کی صاحبزادی اور اپنے جدِ امجد حضرت عبدالمطلب کی نواسی خاندانِ بنی ہاشم کی معزز خاتون حضرت زینب بنت جحشؓ کو اپنے آزاد کردہ غلام کے لئے شادی کا پیغام بھیجا اور انہوں نے اُن کے بھائی عبداللہ نے اُس کو قبول کرنے سے انکار کردیا. اللہ تعالیٰ کی جانب سے جبریل امین یہ آیت طیبہ لیکر نازل ہوئے. کہا گیا کسی مومن مرد و عورت کے لئے اس بات کی اجازت نہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کا رسول مکرم اسے کوئی حکم دے تو وہ انکار کردے. جب یہ ارشادِ خداوندی حضرت زینبؓ اور انکے بھائی عبداللہ نے سنی تو فوراً زید سے نکاح کرنے پر اپنی رضامندی کا اظہار کردیا. چنانچہ حضور علیہ السلام نے خود اُن کا نکاح حضرت زید سے پڑھایا.

حکم نافذ ہے ترا سیف تری خامہ ترا ☆ دم میں جو چاہے کرے دور ہے شاہا ترا

(۴۶) حضور ﷺ خاتم النبیین ہیں

اس آیت کی ایک خصوصیت تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیتِ کریمہ میں اپنے حبیب ﷺ کے نام کے ساتھ یہ شان بیان فرمائی ہے کہ قرآنِ مجید میں صرف چار مقامات ایسے ہیں جہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو نام کے ساتھ یاد فرمایا ہے. ایک تو ذیل کی اس آیت میں، دوسرا سورۃ الفتح میں، تیسرا سورۃ محمد میں اور چوتھا وما محمد الا رسول میں .لفظِ محمد کئی خصوصیات کا حامل ہے. محمد کے معنی بہت تعریف کیا گیا، ہر طرح تعریف کے لائق ہے. سرکارِ دو عالم کی ذاتِ گرامی وہ ذات ہے جسکی سب سے زیادہ تعریف کی گئی ہے. آپ کا نام لینا ہی اس بات کا اعلان ہے کہ آپ تعریف کئے گئے ہیں.

دوسری خصوصیت یہ ہے کہ اس میں حضور علیہ السلام کے رسول ہونے اور خاتم النبیین ہونے کا اعلان فرما دیا گیا. آپ ﷺ پر نبوت ختم ہو چکی اب کسی نبی کے آنے کی کوئی گنجائش نہیں. اس کے بعد اگر کوئی نبوت کا دعویٰ کرتا ہے تو از روئے قرآن وہ جھوٹا، مرتد اور کافر ہے.

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ.

(پارہ ۲۲ سورۃ الاحزاب آیت ۴۰)

ترجمہ : محمد (ﷺ) تم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں لیکن وہ اللہ کے رسول ہیں اور سب انبیاء کے آخر میں (سلسلہ نبوت ختم کرنے والے) ہیں.

تفسیر حضرت سیدہ زینبؓ جب حریمِ نبوت میں رونق افروز ہوئیں تو بہتان تراشی کے جس طوفان کا اندیشہ تھا وہ امڈ کر آ گیا. اور بد باطن یہودیوں اور منافقوں نے کہنا شروع کر دیا کہ دیکھو اپنے بیٹے کی بیوی کو اپنی زوجہ بنا لیا. ان کے اس بہتان کو قرآنِ حکیم نے اس ایک جملے سے ختم

کر کے رکھ دیا کہ تم میں سے حضور کسی مرد کے باپ نہیں تو زید حضور کا بیٹا نہیں ہو سکتا. وہ تو اپنے باپ حارثہ کا بیٹا ہے. (قاسم، طیب، طاہر وابراہیم حضور علیہ السلام کے فرزند تھے مگر وہ اس عمر کو نہ پہنچے تھے کہ انہیں مرد کہا جائے. کیونکہ انہوں نے بچپن ہی میں وفات پائی)

حضور سیدِ عالم ﷺ سب سے آخری نبی ہیں حضور کی تشریف آوری کے بعد نبوت کا سلسلہ ختم ہو گیا حضور کے بعد کوئی نیا نبی نہیں آسکتا اور جو شخص اپنے نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے. جو بد بخت اس دعوے کو سچا تسلیم کرتا ہے وہ دائرہ اسلام سے خارج اور مرتد ہے.

(مزید تفصیلات کے لیئے ضیاء القرآن میں اس آیت کی مکمل تفسیر ملاحظہ فرمائیں. ختمِ نبوت کے سلسلہ میں مناظرے بھی ہوئے بہت سی کتابیں بھی لکھی گئیں جن میں "قادیانی دھرم، ختم نبوت ایک مطالعہ، منکرِ رسالت کے مختلف گروہ، مناظرہ یادگار یادگیر، قادیانی مذہب ختمِ نبوت کے محافظ، عقیدہ ختم نبوت، قادیانی مذہب کا محاسبہ، ختم نبوت زندہ آباد، پارلیمنٹ میں قادیانی کی شکست، تحریکِ ختم نبوت، قادیانی مسلمان کیوں نہیں، قادیانیت، مسئلہ ختمِ نبوت" وغیرہ)

(۴۷) حضور ﷺ حاضر و ناظر ہیں.

درجِ ذیل کی آیت میں بھی اللہ تعالیٰ واضح طور پر بیان فرما رہا ہے کہ ہم نے اپنے حبیب عظمت والے رسول ﷺ کو دونوں جہاں کی نعمتوں کا مشاہدہ کروا کے لوگوں کو انعامات کی خوشخبری سنانے والا اور سزاؤں کا ڈر سنانے والا بنا کر مبعوث فرمایا ہے. اور نورِ ایمان سے دلوں کو منور کرنے والی نورانیت کا آفتاب بنا کر بھیجا ہے.

چمکا دیا کونین کو انوارِ نبی نے ☆ سورج کا اجالا ہوا ذرّے ابھر آئے

پہنچا ہی کہاں اُن کی حقیقت کو کوئی بھی ☆ جیسی تھی نظر جسکی وہ ویسے نظر آئے

آیئے آیت و ترجمہ سے شانِ رسالت مآب کا مشاہدہ کر کے ایمان و عقیدے کو پختہ کر لیں.

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا۔
وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا

(پارہ ۲۲ سورۃ الاحزاب آیت ۴۵، ۴۶)

ترجمہ : اے نبی (مکرم) بے شک ہم نے آپ کو (حق اور خلق کا) مشاہدہ کرنے والا اور (حسنِ آخرت کی) خوشخبری دینے والا اور (عذابِ آخرت کا) ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ اور اس کے اذن سے اللہ کی طرف دعوت دینے والا اور منور کرنے والا آفتاب (بنا کر بھیجا) ہے۔

تفسیر : ارشاد فرمایا کہ اے نبی! ہم نے آپ کو شاہد بنایا ہے۔ شاہد کے معنی گواہ کے ہیں، اور گواہ کے لیئے ضروری ہے کہ جس واقعہ کی وہ گواہی دے رہا ہے وہ وہاں موجود بھی ہو اور اس کو اپنی آنکھوں سے دیکھے بھی۔

چنانچہ علامہ راغب اصفہانی نے مفردات میں لکھا ہے "یعنی شہادت وہ ہوتی ہے کہ انسان وہاں موجود ہو اور وہ اُسے دیکھے بھی خواہ آنکھوں کی بینائی سے یا بصیرت کے نور سے" یہاں ایک چیز غور طلب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تو یہ فرمایا کہ میں نے آپ کو شاہد بنایا لیکن کس چیز کا شاہد بنایا اس کا ذکر نہیں کیا گیا۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ اگر کوئی ایک چیز ذکر کی جاتی تو شہادتِ نبوت وہاں محصور ہو کر رہ جاتی۔ یہاں اس شہادت کو کسی ایک امر پر محصور کرنا مقصود نہیں بلکہ اسکی وسعت کا اظہار مطلوب ہے۔ یعنی حضور گواہ ہیں اللہ تعالیٰ کی توحید اور اسکی صفاتِ کمالیہ پر۔ کیونکہ جب ایسی باکمال ہستی اور ہمہ صفت موصوف ہستی یہ گواہی دے رہی ہو کہ لا الہ الا اللہ تو کسی کو اس دعوت کے حق ہونے پر شک نہیں رہتا۔

جب قیامت کے روز سابقہ امتیں اپنے انبیاء کی دعوت کا انکار کردینگی کہ نہ ان کے پاس کوئی نبی آیا اور نہ کسی نے انکو دعوت توحید دی اور نہ کسی نے ان کو گناہوں سے روکا۔ اس وقت

بھرے مجمع میں اللہ تعالیٰ کا یہ رسول ﷺ انبیاء کی صداقت کی گواہی دیگا۔ کہ الہ العلمین تیرے نبیوں نے تیرے احکام پہنچادئے اور تیری طرف بلانے میں انہوں نے کسی کوتاہی کا ثبوت نہیں دیا۔ یہ لوگ جو آج تیرے انبیاء کی دعوت کا سرے سے انکار کر رہے ہیں یہ وہی لوگ ہیں جنھوں نے اپنے نبیوں پر پتھر برسائے اُن کو طرح طرح کی اذیتیں دیں انہیں جھٹلایا اور بعض نے تیرے نبیوں کو تختہ دار پر کھینچ دیا۔ اس کے علاوہ حضور علیہ السلام اپنی امت کے اعمال پر گواہی دینگے کہ فلاں نے کیا کیا اور فلاں سے کیا غلطی سرزد ہوئی۔

چنانچہ علامہ ثناء اللہ پانی پتی نے اس تفسیر کی تائید میں یہ روایت پیش کی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مبارک نے حضرت سعید بن میںب سے روایت کی ہے کہ ہر روز صبح وشام حضور کی امت حضور پر پیش کی جاتی ہے اور حضور ہر فرد کو اُس کے چہرے سے پہچانتے ہیں اس لئے حضور ان پر گواہی دینگے۔

علامہ ابن کثیر اس آیت کی تفسیر میں رقمطراز ہیں کہ "حضور اللہ تعالیٰ کی توحید کے گواہ ہیں کہ اس کے بغیر کوئی معبود نہیں اور قیامت کے روز لوگوں کے اعمال پر گواہی دینگے۔

علامہ لوسی اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "حضور گواہی دینگے اپنی امت پر کیونکہ حضور ان کے احوال کو دیکھ رہے ہیں اور اُن کے اعمال کا مشاہدہ فرما رہے ہیں اور روز قیامت ان کے حق میں یا اُن کے خلاف گواہی دینگے۔

آگے چل کر علامہ موصوف لکھتے ہیں کہ صوفیاء کرام نے اس امر کی طرف اشارہ کیا ہے کہ "اللہ تعالیٰ نے نبی کریم کو بندوں کے اعمال پر آگاہ فرمایا ہے اور حضور نے اُنہیں دیکھا ہے۔ اسی لیئے حضور کو شاہد کہا گیا"

مولانا شبیر احمد عثمانی نے اس مقام پر جو حاشیہ لکھا ہے اس سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے لکھتے ہیں "اور محشر میں بھی امت کی نسبت گواہی دینگے کہ خدا کے پیغام کو کس نے کسقدر قبول کیا" الغرض وہ تمام ابدی صداقتیں جنہیں انسان سمجھنے سے قاصر ہے عالم غیب کے وہ حقائق جو

عقل وخرد کی رسائی سے ماورئی ہیں. ان سب کی سچائی کے آپ گواہ ہیں.

آنحضرت ﷺ کا دوسرا لقب مبشر ہے یعنی خوشخبری دینے والا. علامہ اسمٰعیل حقی فرماتے ہیں اہل ایمان اور اہل طاعت کو جنت کی خوشخبری دیتے ہیں اور اہل محبت کو دیدار محبوب کی.

سرکار دو عالم ﷺ کا تیسرا لقب نذیر ہے. نذیر کا معنی کسی شخص کو نافرمانی کے نتائج سے بروقت آگاہ کر دینا یہ بھی حضور کی شان ہے.

حضور ﷺ کا چوتھا لقب ہے کہ حضور اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے والے ہیں. آیت نمبر ۴۶ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے محبوب میں نے آپ کو سراجاً منیرا بنا کر بھیجا ہے. ان دونوں لفظوں سے اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب پر جن انعامات ولطائف کی بارش فرمائی ہے اس کی بیکرانیوں کا کون اندازہ لگا سکتا ہے. آفتاب اور آفتاب بھی عالمتاب، روشن اور اتنا روشن کہ دوسروں کو بھی نور وضیاء کا منبع ومصدر بنا دینے والا.

حضرت عارف باللہ مولانا ثناء اللہ پانی پتی فرماتے ہیں کہ حضور زبانِ فیض ترجمان سے داعی تھے اور اپنے قلب مبارک اور قالب منور کی وجہ سے سراجاً منیر تھے. اہل ایمان اس آفتاب کے رنگوں میں رنگے جاتے اور اس کے نور سے درخشاں وتاباں ہوتے.

فیض سرکار کا ہر آن ہے جاری ساری
زندگی ان کے کرم پر ہے ہماری ساری

(۴۸) آدابِ رسالت مآب ﷺ

ذیل کی آیت میں بھی آدابِ رسالت کو واضح کیا گیا ہے. یہاں تک کہ آپ کے حضور حاضر ہونے اور وہاں سے اُٹھنے کے آداب بھی سکھائے گئے ہیں. کسی بات کا حضور کے دل پر گراں گزرنا اللہ تعالیٰ کو ہرگز پسند نہیں. اور اندازہ کیجئے کہ کس طرح اپنے محبوب کا ادب اپنے بندوں کو سکھا رہا ہے. آیتِ تعظیم وادب ملاحظہ کیجئے.

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَدۡخُلُوۡا بُيُوۡتَ النَّبِىِّ اِلَّاۤ اَنۡ يُّؤۡذَنَ لَـكُمۡ اِلٰى طَعَامٍ غَيۡرَ نٰظِرِيۡنَ اِنٰٮهُ وَلٰـكِنۡ اِذَا دُعِيۡتُمۡ فَادۡخُلُوۡا فَاِذَا طَعِمۡتُمۡ فَانْتَشِرُوۡا وَلَا مُسۡتَاۡنِسِيۡنَ لِحَدِيۡثٍ‌ؕ اِنَّ ذٰ لِكُمۡ كَانَ يُؤۡذِى النَّبِىَّ فَيَسۡتَحۡىٖ مِنۡكُمۡ وَاللّٰهُ لَا يَسۡتَحۡىٖ مِنَ الۡحَـقِّ‌ؕ وَاِذَا سَاَلۡتُمُوۡهُنَّ مَتَاعًا فَسۡـئَلُوۡهُنَّ مِنۡ وَّرَآءِ حِجَابٍ‌ؕ ذٰ لِكُمۡ اَطۡهَرُ لِقُلُوۡبِكُمۡ وَقُلُوۡبِهِنَّ‌ؕ وَمَا كَانَ لَـكُمۡ اَنۡ تُؤۡذُوۡا رَسُوۡلَ اللّٰهِ وَلَاۤ اَنۡ تَـنۡكِحُوۡۤا اَزۡوَاجَهٗ مِنۡۢ بَعۡدِهٖۤ اَبَدًا‌ ؕ اِنَّ ذٰ لِكُمۡ كَانَ عِنۡدَ اللّٰهِ عَظِيۡمًا‏

(پارہ ۲۲ سورۃ الاحزاب آیت ۵۳)

ترجمہ : اے ایمان والو نبی مکرم (ﷺ) کے گھروں میں داخل نہ ہوا کرو سوائے اس کے کہ تمہیں کھانے کے لیئے اجازت دی جائے (پھر وقت سے پہلے پہنچ کر) کھانا پکنے کا انتظار کرنے والے نہ بنا کرو (ہاں جب) تم بلائے جاؤ تو (اُس وقت) اندر آیا کرو پھر جب کھانا کھا چکو تو (وہاں سے اُٹھ کر) فوراً منتشر ہو جایا کرو اور وہاں باتوں میں دل لگا کر بیٹھے رہنے والے نہ بنو. یقیناً تمہارا ایسے (دیر تک بیٹھے) رہنا نبی (اکرم ﷺ) کو تکلیف دیتا ہے. اور وہ تم سے (اُٹھ جانے کو کہتے ہوئے) شرماتے ہیں. اور اللہ حق (بات کہنے) سے نہیں شرماتا. اور جب تم ان (ازواجِ مطہرات) سے کوئی سامان مانگو تو اُن سے پسِ پردہ پوچھا کرو۔ یہ (ادب) تمہارے دلوں کے لئے اور ان کے دلوں کے لئے بڑی طہارت کا سبب ہے. اور تمہارے لئے (ہر گز جائز) نہیں کہ تم رسول اللہ (ﷺ) کو تکلیف پہنچاؤ اور نہ یہ (جائز) ہے کہ تم ان کے بعد ابد تک ان کی ازواج (مطہرات) سے نکاح کرو. بے شک یہ اللہ کے نزدیک بہت بڑا (گناہ) ہے.

تفسیر : جب سید عالم ﷺ نے حضرت زینب سے نکاح کیا اور ولیمہ کی عام دعوت فرمائی تو جماعتیں کی جماعتیں آتیں تھی اور کھانے سے فارغ ہو کر چلی جاتیں تھیں آخر میں تین صاحب ایسے تھے جو کھانے سے فارغ ہو کر بیٹھے رہ گئے اور اُنہوں نے گفتگو کا تویل سلسلہ شروع کر دیا اور بہت دیر تک ٹھہرے رہے مکان تنگ تھا اس سے گھر والوں کو تکلیف ہوئی اور ہرج ہوا کہ اُن کی وجہ سے اپنا کام کاج کچھ بھی نہ کر سکے۔ رسول اکرم ﷺ اُٹھے اور ازواجِ مطہرات کے حجرہ میں تشریف لے گئے اور پھر تشریف لائے اُس وقت تک یہ لوگ اپنی باتوں میں لگے تھے۔ حضور پھر واپس ہو گئے یہ دیکھ کر وہ لوگ روانہ ہوئے۔ تب حضور علیہ السلام دولتِ سرایہ میں داخل ہوئے اور دروازے پر پردہ ڈال دیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

اس سے سیدِ عالم ﷺ کی کمالِ حیا اور شانِ کرم وحسنِ اخلاق معلوم ہوتی ہے کہ باوجود ضرورت کے اصحاب سے یہ نہ فرمایا کہ چلے جایئے بلکہ اللہ تعالیٰ خود اپنے محبوب کی بارگاہ کا سبق سکھا رہا ہے۔

یہاں دوسرا ادب بھی سکھایا جا رہا ہے کہ تمہیں حضور کے اہل خانہ سے کوئی چیز مانگنی ہو تو پردہ کے پیچھے کھڑے ہو کر مانگو۔ اندر گھس آنے کی قطعاً اجازت نہیں۔ یہ طریقہ کار تمہارے لئے اور امہات المومنین کے لئے قلب کی پاکیزگی کا باعث ہے۔

یہاں ایک حکم اور بیان فرمایا کہ حضور کے پردہ فرمانے کے بعد حضور کی ازواجِ مطہرات سے کسی کو نکاح کرنے کی اجازت نہیں۔ وہ تمہاری مائیں ہیں اور تم پر قطعاً حرام ہیں۔ تم اسے معمولی بات مت خیال کرو۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ بہت بڑا جرم اور کبیرہ گناہ ہے۔

شرف خدا نے وہ بخشا دیارِ بطحی کو
جہاں بڑائی ہے احساسِ کمتری کرنا

(۴۹) رسالت مآب ﷺ پر درود و سلام کا حکم.

تمہاری عظمتوں کو کس نے اے نور ازل جانا ☆ تعین میں بھی رہنا اور تعین سے نکل جانا

نگاہِ لطف بر حالِ گدایاں، رحمتِ عالم ☆ صلوٰۃ وّ سلام دائما ماویٰ وملجانا

ہمراہ ملائکہ کہ وہ ربِ قدیر بھی

حد ہے درود آپ پہ بھیجا سلام لو

ذیل کی آیت میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو اپنے آقا پر درود بھیجنے اور کثرت سے سلام بھیجنے کا حکم فرما رہا ہے. اور اس عمل کا تقدس بھی بتایا جا رہا ہے کہ یہ وہ عمل ہے جسے فرشتے بھی کرتے ہیں اور خود خالقِ کائنات بھی بصد نیاز اپنے حبیب پر درود بھیجتا ہے. معلوم ہوا کہ درود بھیجنا بھی اللہ کی سنت ہے اور سلام بھیجنا بھی اللہ کی سنت ہے. آیتِ درود و سلام پڑھیں

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِکَتَهٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا (پارہ ۲۲ سورۃ الاحزاب آیت ۵۶)

ترجمہ : بے شک اللہ اور اس کے (سب) فرشتے نبی (مکرم ﷺ) پر درود بھیجتے رہتے ہیں. اے ایمان والو تم (بھی) اُن پر درود بھیجا کرو. اور خوب سلام بھیجا کرو.

تفسیر : اسلام کو مٹانے کے لیئے کفار کے سارے حربے ناکام ہو چکے تھے مکہ کے بے بس مسلمانوں پر انھوں نے مظالم کے پہاڑ توڑے لیکن ان کے جذبہ ایمان کو کم نہ کر سکے. انہوں نے اپنے وطن، گھر بار، اہل و عیال کو خوشی سے چھوڑنا گوارہ کیا لیکن دامنِ مصطفیٰ کو مضبوطی سے پکڑے رہے. کفار بڑے کرّ و فر کے ساتھ مدینہ طیبہ پر بار بار یورش کی لیکن انہیں ہر بار ان مٹھی بھر اہلِ ایمان سے شکست کھا کر واپس آنا پڑا. اب انہوں نے حضور علیہ السلام کی ذاتِ اقدس و اطہر پر طرح طرح کے بیجا الزامات تراشنے شروع کر دئے تا کہ لوگ رشد و ھدایت کی اس نورانی شمع سے نفرت کرنے لگیں. اور یوں اسلام کی ترقی رک جائے. اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل

فرما کر ان کی اُن امیدوں کو خاک میں ملا دیا۔اور بتایا کہ یہ میرا حبیب اور میرا پیارا رسول وہ ہے جسکی وصف وثنا میں اپنی زبانِ قدرت سے کرتا ہوں۔اور میرے سارے ان گنت فرشتے اپنی نورانی اور پاکیزہ زبانوں سے اس کی جناب میں ہدیہ عقیدت پیش کرتے ہیں۔تم چند لوگ اگر اس کی شانِ عالی میں ہرزہ سرائی کرتے بھی رہو تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔جس طرح تمہارے منصوبے خاک میں مل گئے اور تمہاری کوششیں ناکام ہو گئیں اسی طرح اس ناپاک مہم میں بھی تم خائب وخاطر ہو گے۔

(درود شریف کی برکت کے تعلق سے بہت سی احادیث ہیں۔ضیاء القرآن کی اس آیت کی مکمل تفسیر میں بہت سی احادیث پیش کی گئی ہیں ملاحظہ فرمالیں)

(۵۰) آقا ﷺ کو اذیت دینے والے پر اللہ کی لعنت ہے۔

ذیل کی آیت میں رسول اللہ ﷺ کی شانِ ذیشاں کا اندازہ لگائیں کہ حضور ﷺ کو اذیت دینے والے پر اللہ تعالیٰ نے لعنت بھیجی ہے اور دردناک عذاب ذلت انگیز عذاب مقرر فرما دیا ہے۔اذیت جسمانی نقصان ہی کو نہیں کہتے بلکہ اذیت ذہنی قلبی وروحانی بھی ہوتی ہے۔اس میں صریحاً اُن لوگوں کو متنبہ کیا گیا ہے جو اپنی زبان سے حضور آقا علیہ السلام کی شان میں گستاخانہ جملے استعمال کرتے ہیں۔جس سے یقیناً اللہ کے حبیب کو اذیت پہنچتی ہے۔اللہ تعالیٰ ہمیں محفوظ رکھے ایسے گناہِ کبیرہ سے۔آیت وترجمہ ملاحظہ فرمائیں۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِیْنًا۔ (پارہ ۲۲ سورۃ الاحزاب آیت ۵۷)

ترجمہ : بے شک جو لوگ اللہ اور اسکے رسول (ﷺ) کو اذیت دیتے ہیں اللہ ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت بھیجتا ہے اور اُس نے ان کے لئے ذلت انگیز عذاب تیار کر رکھا ہے۔

تفسیر : پچھلی آیت میں اپنے محبوب کریم ﷺ پر جو پیہم رحمتوں اور برکتوں کا نزول ہوتا رہتا ہے اُس کا ذکر فرمایا اِس آیت میں اُن لوگوں کی بدبختی اور بدنصیبی کا بیان ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم ﷺ کو اپنی بداعمالیوں یا نازیبا اقوال سے اذیت پہنچاتے ہیں. (ضیاء القرآن)

(۵۱) گستاخِ رسول کی سزا.

گستاخانِ رسول لعنتی ہیں اور جن کے لیئے اللہ نے عذابِ جہنم تیار کر رکھا ہے اور اب آگے اُن کے لیئے جو سزا تجویز کی گئی ہے اُس کا ذکر کرتے ہوئے فرمارہا ہے

لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْمُرْجِفُوْنَ فِي الْمَدِيْنَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُوْنَكَ فِيْهَآ اِلَّا قَلِيْلًا. مَّلْعُوْنِيْنَ اَيْنَمَا ثُقِفُوْآ اُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا تَقْتِيْلًا. (پارہ ۲۲ سورۃ الاحزاب آیت ۶۰ـ۶۱)

ترجمہ : اگر منافق لوگ اور وہ لوگ جن کے دلوں میں رسول (ﷺ سے بغض اور گستاخی کی) بیماری ہے اور (اسی طرح) مدینہ میں جھوٹی افواہیں پھیلانے والے لوگ (رسول ﷺ کو ایزارسانی سے) باز نہ آئے تو ہم آپ کو اُن پر ضرور مسلط کردینگے. پھر وہ مدینہ میں آپ کے پڑوس میں نہ ٹھہر سکیں گے مگر تھوڑے (دن). (یہ) لعنت کئے ہوئے لوگ جہاں کہیں پائے جائیں پکڑ لیئے جائیں اور چن چن کر بُری طرح قتل کردئے جائیں.

تفسیر : اگر منافقین مسلمان خواتین کو تنگ کرنے سے باز نہ آئے اور مسلمانوں کے خلاف جھوٹی افواہیں اُڑانے والوں نے اپنی زبانیں بند نہ کیں تو یاد رکھیں اُنہیں من مانی کرنے کے لئے آزاد نہیں چھوڑا جائیگا. بلکہ ہم آپ کو ان پر غلبہ اور تسلط عطا فرمائینگے. اور وہ آپ کے فیصلہ کے آگے سرِ تسلیم خم کرنے پر مجبور ہو جائینگے. منافقوں اور بدباطن لوگوں کے لئے اے حبیب آپ کے پڑوس میں کوئی جگہ نہیں. یہ چند روز یہاں رہینگے. اس کے بعد انہیں یہاں سے نکال دیا جائیگا. جہاں جائینگے ان پر لعنت پھٹکار ہوگی. جہاں بھی وہ پائے جائیں اپنی بداعمالیوں کی پاداش میں انہیں موت کے گھاٹ اُتار دیا جائیگا.

یہ اللہ کا دستور ہے کہ جو لوگ اس کے رسول کے ساتھ منافقانہ رویہ اختیار کرتے ہیں اور مارِ آستین بن کر مسلمانوں کو اذیت پہنچاتے رہتے ہیں اُن کے ساتھ ایسا ہی سلوک روا رکھا جاتا ہے۔

(۵۲) حضور پوری انسانیت کے لئے بشیر ونذیر ہیں

ذیل کی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے مکرر حضور ﷺ کو تمام انسانوں کے لیئے بشیر ونذیر بنا کر بھیجے جانے کا اعلان فرما رہا ہے اور آگے یہ بھی بتلایا گیا ہے کہ آپ ﷺ حق وھدایت کے ساتھ بشارت دینے والے اور ڈرسنانے والے بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ آیتیں ملاحظہ کیجئے۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّ نَذِيْرًا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ۔ (پارہ ۲۲ سورۃ السبا آیت ۲۸)

ترجمہ : اور (اے حبیب مکرم) ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر اس طرح کہ (آپ) پوری انسانیت کے لئے خوشخبری سنانے والے اور ڈرسنانے والے ہیں۔ لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

(۵۳) حضور حق وھدایت کے ساتھ بھیجے گئے ہیں۔

اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا (پارہ ۲۲ سورۃ فاطر آیت ۲۴)

ترجمہ : بے شک ہم نے آپ کو حق وھدایت کے ساتھ خوشخبری سنانے والا اور (آخرت کا) ڈرسنانے والا بنا کر بھیجا ہے۔

تفسیر : ان آیات کی تفسیر اس حدیثِ پاک سے ہوتی ہے جو حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے حضور ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے تمام انبیاء پر چھ باتوں میں فضیلت دی ہے۔ مجھے اُس نے جوامع الکلم عطا فرمایا (یعنی قلیل الفاظ میں کثیر معنیٰ کو بیان کر دینا) اس نے رعب سے میری مدد لی، میرے لیئے غنیمت حلال کی گئی، میرے لئے روئے زمین مسجد قرار دی گئی اور طہارت کا ذ ریعہ بنایا گیا۔ اور مجھے تمام مخلوقات کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا۔ اور مجھے تمام نبیوں کے آخر میں بھیج کر سلسلہ نبوت ختم کیا (ضیاء القرآن)

(۵۴) قرآن حضور ﷺ پر اُتاری گئی اور اس پر ایمان لانا

گناہوں کو مٹا دیتا ہے اور حالات سنوارے جاتے ہیں.

اس آیتِ پاک میں قرآنِ مجید کے حضور ﷺ پر نازل کئے جانے کی تصدیق آئی ہے. اور قرآنِ مجید پر ایمان لانے والوں کے گناہوں کو مٹا دینے اور اُن کے حالات سنوارے جانے کا ذکر کیا گیا ہے آیتِ مقدسہ و ترجمہ ملاحظہ فرمائیں

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ. كَفَّرَ عَنْهُمْ سَیِّاٰتِهِمْ وَاَصْلَحَ بَالَهُمْ

(پارہ ۲۶ سورۃ محمد آیت ۲)

ترجمہ : اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے اور اس (کتاب) پر ایمان لائے جو محمد (ﷺ) پر نازل کی گئی ہے اور وہی اُن کے رب کی جانب سے حق ہے. اللہ نے اُن کے گناہ اُن (کے نامہ اعمال) سے مٹا دئے اور اُن کا حال سنوار دیا.

تفسیر : جو خوش نصیب دولتِ ایمان سے مالا مال ہوئے، کجروی چھوڑ کر انہوں نے راست روی اختیار کی. اپنے اعمال کو رضائے الٰہی اور اطاعتِ مصطفیٰ کے سانچے میں ڈھال لیا قرآنِ کریم جو اللہ نے اپنے محبوب محمد رسول اللہ ﷺ پر نازل کیا اس کو تسلیم کر لیا اُن کے ساتھ ہمارا رویہ یہ ہوگا کہ جو گناہ آج تک وہ کرتے چلے آئے ہیں وہ سب معاف کر دئے جائینگے. عادات و شمائل کی طرح جو خرابیاں اُن میں پیدا ہو گئی ہیں وہ دور کر دی جائینگی؛ اب وہ سوچینگے تو صحیح نہج پر قدم اُٹھائینگے تو سیدھی راہ پر.

(۵۵) رسول ﷺ کی مخالفت اعمال کو مٹا دیتی ہے.

اللہ تعالیٰ کی جانب سے بارہا اپنے بندوں کو ھدایت آئی اور تنبیہ بھی کی گئی کہ دیکھو

رسول کاادب کرو، اُن کی اطاعت کرو، اُن سے بغض نہ رکھو، اُنکی مخالفت نہ کرو اسی سلسلہ کی ایک کڑی ذیل کی آیت بھی ہے۔

اِنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا وَصَدُّوۡا عَنۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ وَشَآقُّوا الرَّسُوۡلَ مِنۡ بَعۡدِ مَا تَبَیَّنَ لَھُمُ الۡھُدٰی۔ لَنۡ یَّضُرُّوا اللّٰہَ شَیۡئًا۔ وَسَیُحۡبِطُ اَعۡمَالَھُمۡ۔

(پارہ ۲۶ سورۃ محمد آیت ۳۲)

ترجمہ : بے شک جن لوگوں نے کفر کیا اور (لوگوں کو) اللہ کی راہ سے روکا اور رسول (ﷺ) کی مخالفت (اور اُن سے جدائی کی راہ اختیار) کی اس کے بعد کہ اُن پر ھدایت (یعنی عظمتِ رسول ﷺ کی معرفت) واضح ہو چکی تھی وہ اللہ کا ہر گز کچھ نقصان نہیں کر سکیں گے۔ (یعنی رسول ﷺ کی قدر و منزلت کو گھٹا نہیں سکیں گے) اور اللہ انکے (سارے) اعمال کو (مخالفتِ رسول ﷺ کے باعث) نیست و نابود کر دیگا۔

تفسیر : اسلام کے خلاف اُن کے منصوبے دھرے کے دھرے رہ جائینگے اُن کی ہر سازش ناکام ہوگی۔ جو نیکیاں اُنہوں نے مسلمانوں کے ساتھ ملکر کی ہیں اُن کا انہیں کوئی اجر نہیں ملے گا۔

(۵۶) آپ ﷺ پر نعمتیں تمام ہوئیں۔

ذیل کی آیت میں اُس فتح کا ذکر کیا گیا ہے جو صلح کی شکل میں رونما ہوئی۔ اس فتح سے اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب پر اور اُن جانباز مجاہدینِ اسلام (صحابہؓ) پر اپنا انعام کیا۔ اس صلح کے واقع سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ حکمت سے کام لیا جائے تو غیر بھی اپنے ہو جاتے ہیں۔ دیکھئے آیتِ فتح

اِنَّا فَتَحۡنَا لَکَ فَتۡحًا مُّبِیۡنًا لِّیَغۡفِرَ لَکَ اللّٰہُ مَا تَقَدَّمَ مِنۡ ذَنۡۢبِکَ وَمَا تَاَخَّرَ وَیُتِمَّ نِعۡمَتَہٗ عَلَیۡکَ وَیَھۡدِیَکَ صِرَاطًا مُّسۡتَقِیۡمًا۔ (پارہ ۲۶ سورۃ الفتح آیت ۱۔۲)

ترجمہ : (اے حبیبِ مکرم) بے شک ہم نے آپ کے لئے (اسلام کی) روشن فتح (اور غلبہ) کا فیصلہ فرما دیا (اس لئے کہ آپکی عظیم جدو جہد کامیابی کے ساتھ مکمل ہو جائے)

تاکہ آپ کی خاطر اللہ آپ کی امت (کے اُن تمام افراد) کی اگلی پچھلی خطائیں معاف فرما دے (جنہوں نے آپ کے حکم پر جہاد کیے اور قربانیاں دیں) اور (یوں اسلام کی فتح اور امت کی بخشش کی صورت میں) آپ پر اپنی نعمت (ظاہراً اور باطناً) پوری فرمادے اور آپ (کے واسطے سے آپ کی امت) کو سیدھے راستے پر ثابت قدم رکھے.

تفسیر: یہاں حذفِ مضاف واقع ہوا ہے. مراد "مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَاخَّرَ" ہے. کیونکہ آگے امت ہی کے لیئے نزولِ سکینہ دخول جنت اور بخشش مسیات کی بشارت کا ذکر کیا گیا ہے. یہ مضمون آیت نمبر ایک تا پانچ ملا کر پڑھیں تو معنی خود بخود واضح ہو جائیگا. (عرفان القرآن)

صلح حدیبیہ ایک عظیم الشان فتح تھی. اس کی دلیل یہ ہے کہ اس موقع پر ۱۴۰۰ اصحابہ حضور علیہ السلام کے ہمرکاب تھے. صلح کے بعد لوگوں کا آنا جانا شروع ہو گیا. اسطرح انہیں اللہ کے دین کے بارے میں جاننے اور سننے کا موقع میسر آیا اور جس نے اسلام لانے کا ارادہ کیا وہ بہ آسانی اسلام لے آیا. صرف دو سال کے عرصہ کے بعد حضور علیہ السلام مکہ فتح کرنے کے لیئے جب تشریف لائے تو دس ہزار جانباز حضور علیہ السلام کے ہمرکاب تھے.

(۵۷) ہمارے اعمال کے رسول اللہ ﷺ گواہ ہیں.

آقا ﷺ فرماتے ہیں کہ مجھ پر نہ تمہارا قلبی خشوع و خضوع مخفی ہوتا ہے نہ تمہارا رکوع، میں تمہیں اپنی پشت کے پیچھے سے بھی دیکھ رہا ہوں (حدیث) قرآنِ مجید میں حضور ﷺ کے گواہ ہونے اور بشیر و نذیر ہونے کے ذکر پر تفصیلی مطالعہ سورۃ الاحزاب کی آیت ۴۵-۴۶ میں ہو چکا ہے. بکرر ذکر کیا گیا ہے تا کہ یاد رہے. آیت دیکھئے

اِنَّا اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا (پارہ ۲۶ سورۃ الفتح آیت ۸)

ترجمہ: بے شک ہم نے آپ کو (روزِ قیامت گواہی دینے کے لئے اعمال و احوالِ امت کا) مشاہدہ فرمانے والا اور خوشخبری سنانے والا اور ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا.

تفسیر : شاہد کے معنی گواہ ہے. علامہ قرطبی فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام اپنی امت کے نیک اعمال اور بُرے اعمال پر گواہ ہیں. یعنی حضور سرورِ عالم ﷺ اس دنیا میں اپنی امت کے نیک و بد اعمال کا مشاہدہ فرمارہے ہیں اور قیامت کے دن اُن پر گواہی دینگے.

علامہ زمخشری لکھتے ہیں (ترجمہ) یعنی حضور اپنی امت کے بارے میں گواہی دینگے. علامہ خازن لکھتے ہیں اپنی امت کے اعمال کی گواہی دینگے. علامہ آلوسی فرماتے ہیں کہ حضور اپنی امت پر گواہ ہیں اور سابقہ انبیاء کے بارے میں بھی گواہی دینگے کہ انہوں نے تبلیغ کا حق ادا کیا. (اسکی مزید تحقیق کے لئے دیکھیں سورۃ البقرۃ ۱۴۳، النسا آیت ۴۱، الاحزاب آیت ۴۵)

(۵۸) حضور ﷺ کی تعظیم اہم ہے.

ایمان کے بعد حضور ﷺ کی تعظیم و تکریم تمام احکام میں سب سے اہم ہے. بلکہ نصرت دین اور اتباع قرآن کا حق اسی وقت ادا ہوسکتا ہے جب دل میں حضور ﷺ کا ادب و احترام ہو. اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کی تعظیم و تکریم کو اپنی تسبیح سے پہلے ذکر فرماکر شانِ مصطفیٰ کو دوبالا فرمارہا ہے. آیتِ تعظیم ملاحظہ فرمائیں.

لِتُؤْمِنُوا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ. وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا (پارہ ۲۶ سورۃ الفتح آیت ۹)

ترجمہ : تاکہ (اے لوگو!) تم اللہ اور اسکے رسول پر ایمان لاؤ اور ان (کے دین) کی مدد کرو اور انکی بے حد تعظیم و تکریم کرو اور (ساتھ) اللہ کی صبح و شام تسبیح کرو.

تفسیر : یہاں حکم دیا جارہا ہے کہ میرے پیارے رسول پر سچے دل سے ایمان لاؤ اُس کی نصرت و اعانت میں سردھڑ کی بازی لگادو. اس کے دین کی سربلندی کے لئے اپنے جملہ مادی و ادبی وسائل کو پیش کردو اور اس کے ساتھ ساتھ میرے محبوب کے ادب و احترام کو ہمیشہ ملحوظ رکھو. ایسا نہ ہو کہ تم دین کی خدمت تو کرو لیکن بارگاہِ نبوت کے آداب کو ملحوظ نہ رکھو. حضور ﷺ کی اعانت اور اسی طرح حضور کی تعظیم و تکریم یکساں اہمیت کی حامل ہے.

(۵۹) ہاتھ ہے اللہ کا آقائے کونین ﷺ کا ہاتھ۔

دلیلِ عجزِ گویائی ہے لفظوں میں ثنا تیری
کہ تو ہر عظمتِ انسانیت کا حرفِ آخر ہے

اس سے کچھ پہلے آپ پڑھ چکے ہیں کہ جس نے رسول اللہ کا حکم مانا بے شک اُس نے اللہ کا حکم مانا اور اے حبیب جو کنکریاں آپ نے پھینکی وہ آپ نے نہیں اللہ نے پھینکی۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ مخفی بتلا کر مقامِ محبوب کو بے انتہا بلند و بالا فرما رہا ہے آیئے آیتِ مبارک دیکھیں

اِنَّ الَّذِیۡنَ یُبَایِعُوۡنَكَ اِنَّمَا یُبَایِعُوۡنَ اللّٰہَ ؕ یَدُ اللّٰہِ فَوۡقَ اَیۡدِیۡہِمۡ ۚ فَمَنۡ نَّکَثَ فَاِنَّمَا یَنۡکُثُ عَلٰی نَفۡسِہٖ ۚ وَ مَنۡ اَوۡفٰی بِمَا عٰہَدَ عَلَیۡہُ اللّٰہَ فَسَیُؤۡتِیۡہِ اَجۡرًا عَظِیۡمًا۔ (پارہ ۲۶ سورۃ الفتح آیت ۱۰)

ترجمہ : (اے حبیب) بے شک جو لوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں وہ اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں۔ اُن کے ہاتھوں پر (آپ کے ہاتھ کی صورت میں) اللہ کا ہاتھ ہے۔
پھر جس شخص نے بیعت کو توڑا تو اس کے توڑنے کا وبال اُس کی اپنی جان پر ہوگا اور جس نے (اس) بات کو پورا کیا جس (کے پورا کرنے) پر اُس نے اللہ سے عہد کیا تھا تو وہ عنقریب اسے بہت بڑا اجر عطا فرمائیگا۔

تفسیر : حضور رحمتِ عالم ﷺ حدیبیہ کے مقام پر خیمہ زن ہیں کفار مکہ بضد ہیں کہ کسی قیمت پر مسلمانوں کو عمرہ کرنے کے لیئے مکہ مکرمہ میں داخل ہونے نہیں دینگے۔ حضرت عثمانؓ دربار رسالت کے سفیر بن کر مکہ گئے ہوئے ہیں اس اثنا میں یہ افواہ پھیلتی ہے کہ کفار نے حضرت عثمانؓ کو شہید کر دیا اگر چہ کہ حضور علیہ السلام کفار مکہ کے ساتھ جنگ کرنے نہیں آئے تھے احرام کی دو چادریں اور قربانی کا جانور ہی اُنکا زادِ سفر تھا لیکن یکا یک ایسی صورتِ حال پیدا ہوگئی کہ تعداد کی

قلت اور اصلاح کے فقدان کی پرواہ کئے بغیر محض قوتِ ایمانی پر بھروسہ کرتے ہوئے باطل سے ٹکرانا ناگزیر ہوگیا تھا. چنانچہ رسول اکرم ﷺ ایک درخت کے نیچے تشریف فرما ہوتے ہیں اور بیعت کرنے کی دعوت دیتے ہیں. حضرت جابرؓ راوی ہیں یہ بیعت اس بات پر تھی کہ جب تک ہمارے جسموں میں جان ہے جب تک بدن میں خون کا ایک خطرہ موجود ہے ہم میدانِ جنگ میں ڈٹے رہینگے .اور اہل مکہ کو اس خیانت اور سفیر کشی کی عبرت ناک سزا دینگے. حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ غلامانِ حبیبِ کبریا پروانہ وار دوڑ دوڑ کر حاضر ہورہے ہیں اور اپنے آقا و مولا کے دستِ مبارک پر اپنا ہاتھ رکھ کر جان کی بازی اور سرفروشی کی بیعت کررہے ہیں. الغرض چودہ سو ہمراہیوں میں سے کوئی ایک بھی اس سعادت سے محروم نہ رہا.

حضور سرورِ عالم نے اپنے ان چودہ سو جانثاروں اور سرفروش مجاہدین کے بارے میں اپنی زبانِ حق ترجمان سے فرمایا "اے اسلام کے قابلِ فخر مجاہدو آج روئے زمین پر تم سب سے بہترین لوگ ہو" حضرت جابرؓ سے حضور علیہ السلام کا یہ ارشاد بھی منقول ہے" جنہوں نے اس درخت کے نیچے میرے ساتھ بیعت کی ہے ان میں سے کوئی بھی دوزخ میں داخل نہ ہوگا.(ابنِ کثیر)

یہ بیعت بظاہر اگرچہ حضور علیہ السلام کے دستِ حق پرست پر ہورہی ہے لیکن در حقیقت یہ بیعت اللہ کے ساتھ تھی. اگرچہ بظاہر نبی کریم ﷺ کا ہاتھ تھا لیکن در حقیقت یہ دست خدا کا تھا. جس طرح حضور کی اطاعت کو اللہ کی اطاعت کہا گیا اُسی طرح حضور سے بیعت اللہ سے بیعت اور حضور کا ہاتھ اللہ کا ہاتھ فرمایا گیا.

(۶۰) حضور کی اطاعت پر جنت اور نافرمانی پر جہنم کا فیصلہ ہے.

اللہ کی اطاعت مکمل نہیں ہوتی جب تک رسول اللہ کی اطاعت نہ ہو. اور اطاعت کا اجر بھی حضور علیہ السلام کی اطاعت کے بعد ہی ملنے والا ہے. یہ قرآن کا فیصلہ ہے. لہٰذا ہر مومن کو چاہیئے کہ رسول اللہ کی اطاعت سے اللہ کی اطاعت کی تکمیل کرے اور بہترین اجر و ثواب کا مستحق ہو.

اس آیت میں اسی بات کو واضح کیا گیا ہے. دیکھئے کیا شانِ مصطفائی ہے.

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَمَنْ يَّتَوَلَّ يُعَذِّبْهُ عَذَابًا اَلِيْمًا. (پارہ ۲۶ سورۃ الفتح آیت ۱۷)

ترجمہ : اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی اطاعت کرے گا وہ اُسے بہشتوں میں داخل فرمادیگا جن کے نیچے نہریں رواں ہونگی اور جو شخص (اطاعت سے) منہ پھیرے گا وہ اِسے دردناک عذاب میں مبتلا کر دے گا.

تفسیر : وعدہ کرنے والے تو بہت ہوتے ہیں لیکن اس کے نبھانے والے کم ہوتے ہیں وہاں اس بات کی بھی تصریح کردی جو وعدہ کر کے توڑے گا وہ اپنی ہی رسوائی اور روسیاہی کا باعث بنے گا. لیکن جس نے پیمانِ وفا باندھا پھر اُس کے تقاضوں کو پورا کیا اللہ تعالیٰ اُس کو اجرِ عظیم عطا فرمائیگا. جس اجر کو قرآن "عظیم" کہہ رہا ہے. اس کی عظمت کا اندازہ کون لگا سکتا ہے.

(۶۱) رسول اللہ کی صداقت کا اللہ گواہ ہے.

اللہ تعالیٰ اس آیت میں فرمارہا ہے کہ ہم نے اپنے رسول کو ھدایت اور دینِ حق عطا فرمایا ہے اور اُن کی صداقت اور حقانیت کے ہم خود گواہ ہیں اور ہماری گواہی کافی ہے کہ وہ سچے ہیں اور حق پر ہیں. آیتِ ذیشان ملاحظہ کریں

هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا. (پارہ ۲۶ سورۃ الفتح آیت ۲۸)

ترجمہ: وہی ہے جس نے اپنے رسول (ﷺ) کو ھدات اور دینِ حق عطا فرما کر بھیجا تا کہ اُسے تمام ادیان پر غالب کردے اور (رسول ﷺ کی صداقت وحقانیت پر) اللہ ہی کی گواہی کافی ہے.

تفسیر : اس آیتِ طیبہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی شانِ کبریائی اور اپنے نبی مکرم ﷺ کے مقامِ

رفیع و منصب عالی کا ذکر فرمایا ہیکہ انہیں منصب رسالت پر فائز کرنے والا میں ہوں میں نے ہی میرے محبوب کو کتابِ ھدایت نازل فرمائی جس کے مقدر میں اس ظلمت کدہ عالم کو منور کرنا ہے۔ میں نے اس کو ایسا جامع نظامِ حیات اور شریعتِ بیضا دیکر مبعوث فرمایا ہے۔ جو افراط و تفریط گوناگوں بدعنوانیوں سے روندے ہوئے گلشنِ انسانیت کے لئے پیغامِ بہار ہے۔ جس کو میں نے اس منصبِ رفیع پر فائز کیا ہے کوئی طاقت اس کو اس شرف سے محروم نہیں کر سکتی۔ ساری دنیا انکار کردے اس کی عظمت کا ماہِ تمام چمکتا ہی رہیگا۔

رَسُوْلَهٗ میں اضافت غور طلب ہے۔ سارے رسول اُسی نے بھیجے ہیں لیکن اس رسول کو جو نسبت ہے اُس کی شان ہی نرالی ہے۔ برقِ غضب بن کر باطل کو خاکستر کرنے کے لیئے نہیں آیا بلکہ ابرِ رحمت بن کر پیاسی دنیا کو سیراب کرنے کے لیئے آیا ہے۔ فرمایا اسے ھدایت اور دینِ حق دیکر مبعوث کیا گیا ہے ھدایت سے مراد قرآن دینِ حق سے مراد شریعت یا ھدایت سے مراد علم، دین سے مراد عمل، دینِ حق سے مراد ایسا دین جو حق ہے۔

(۶۲) آقا علیہ السلام اور اُن کے رفقا۔

ذیل کی آیت میں شانِ حبیب اس طرح بیان کی گئی ہے کہ محمد اللہ کے ایسے رسول ہیں وہ ایکی شان و عظمت کے حامل ہیں کہ آپ کی سنگت میں رہنے والے آپ ﷺ کے نور سے ایسے منور ہو گئے کہ اُنمیں جو روشنی پیدا ہوئی اُس کا ذکر قرآن میں یوں بیان کیا گیا ہے۔

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ رِضْوَانًا۔ سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ (پارہ ۲۶ سورۃ الفتح آیت ۲۹)

ترجمہ: محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ آپ (ﷺ) کی معیت و سنگت میں ہیں (وہ) کافروں پر بہت سخت اور زور آور ہیں۔ آپس میں بہت نرم دل اور شفیق ہیں۔ آپ اُنہیں کثرت سے رکوع کرتے ہوئے سجود کرتے ہوئے دیکھتے ہیں۔ وہ (صرف) اللہ کے فضل اور اسکی رضا کے طلبگار ہیں۔ اُنکی نشانی اُنکے چہروں پر سجدوں کا اثر ہے (جو خوبصورت نور نمایاں ہیں)

تفسیر : اللہ تعالیٰ اپنے نبی کریم ﷺ کے صحابہ کی توصیف فرمارہا ہے فرمایا کہ میرے رسول اکرم پر ایمان لانے والے اور اُس کی صحبت سے فیضیاب ہونے والے کفار کے مقابلہ میں بڑے بہادر، بڑے طاقت ور ہیں. جو سر کٹا سکتے ہیں لیکن ظلم کے سامنے سر جھکا نہیں سکتے. یہ بکاؤ مال نہیں ہے. کہ دشمنانِ اسلام اس کو خرید لیں. یہ بزدل اور ڈرپوک نہیں کہ جور وستم سے اُسکو اس راہِ محبت سے برگشتہ کیا جائے.

اپنے دینی بھائیوں کے ساتھ اُن کا معاملہ بالکل دوسرا ہے. بڑے نرم، بڑے شفیق اور بڑے مہربان ہیں. اُن کی باہمی رافت ورحمت کی کیفیت کو جس طرح اس حدیث میں بیان کیا گیا ہے. اس سے زیادہ بیان کرنا ممکن نہیں.

فرمایا نبی کریم ﷺ نے نیک مسلمانون کی مثال باہمی محبت اور ایک دوسرے پر شفقت کرنے میں ایسی ہے جیسے ایک جسم اگر اُس کا کوئی عضو بیمار ہو جاتا ہے تو سارا جسم بخار میں مبتلا ہو جاتا ہے. اور نیند کافور ہو جاتی ہے.

اور فرمایا مومن کا تعلق مومن سے ایسا ہے جیسے دیوار کا ایک حصہ دوسرے حصے کو سہارا دئے ہوئے ہوتا ہے. حضور نے یہ فرمایا اور اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو ایک دوسرے سے ملا دیا. (بخاری)

اور ایمان والوں کا یہ عالم ہے کہ اپنے رب کریم کی عبادت میں انکے ذوق وشوق کا یہ عالم ہے کہ جب بھی تم اُنہیں دیکھوگے اُنہیں اپنے رب کی عبادت میں مصروف پاؤگے. کبھی وہ حالتِ رکوع میں جھکے سبحان ربی العظیم کا ورد کر رہے ہونگے. کبھی اُسکی بارگاہ میں جبینِ نیاز رکھے. سبحان ربی الاعلیٰ کہکر اپنی زندگی میں نیازمندی اور اپنی عاجزی کے اعتراف کے ساتھ اپنے مولائے کریم کی بزرگی وکبریائی کی گواہی دے رہے ہونگے.

(۶۳) حضور ﷺ سے آگے نہ بڑھنے کا حکم۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیتِ کریمہ میں مومنوں کو متنبہ فرمایا ہے کہ کسی بھی معاملہ میں میرے حبیب سے آگے بڑھنے کی کوشش نہ کرو صحیح تو یہ ہے کہ کوئی آگے بڑھ سکتا ہی نہیں۔ اس آیت کے درس پر غور کریں تو واضح ہو جاتا ہے کہ کوئی کچھ بھی کرلے کیسا ہی کرلے حضور ﷺ سے آگے نہیں بڑھ سکتا۔ عام طور پر یہ خیالِ خام بھی ظاہر کیا جاتا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کی عمر شریف ۶۳ سال تھی انکی عبادت و ریاضت سے اُنکا وہ مقام بلند ہوا اللہ تعالیٰ اگر ہمیں ۶۳ سال سے زیادہ عمر عطا کرے اور ہم بھی اُنہیں کی طرح اللہ کی اتباع کریں اور عبادات و ریاضات کریں تو اُن کے برابر اور نعوذ باللہ اُن سے آگے یا اُن سے بلند مقام حاصل کر سکتے ہیں۔ یہ خیال باطل ہے۔ اللہ رحم فرمائے۔ ایک اور مسئلہ جو آجکل زیادہ گشت میں ہے حی علی الصلوٰۃ پر اُٹھنے کا۔ ایک حدیث سے ثابت ہے کہ فرمایا نبی کریم ﷺ نے جب مجھے مصلہ پر دیکھو تو نماز کے لیئے کھڑے ہو جاؤ۔ اور حضور نبی کریم موذن کی حی علی الصلوٰۃ و حی علی الفلاح پر تشریف لاتے تھے۔ اس سے پہلے کھڑا ہونا گویا رسول اللہ ﷺ سے آگے بڑھنا ہو جائیگا۔ لہٰذا ایسی چیزوں سے پرہیز یقیناً ایمان و اعمال کی حفاظت ہے۔ آیئے آیتِ مبارکہ ملاحظہ کریں

يَآ يُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ۔

اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ (پارہ ۲۶ سورۃ الحجرات آیت ۱)

ترجمہ : اے ایمان والو (کسی بھی معاملے میں) اللہ اور اسکے رسول (ﷺ) سے آگے نہ بڑھا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو (کہ کہیں رسول اللہ ﷺ کی بے ادبی نہ ہو جائے) بے شک اللہ (سب کچھ) سننے والا خوب جاننے والا ہے۔

تفسیر : اس آیتِ کریمہ کی تفسیر میں مجاہد و حسن فرماتے ہیں کہ بعض لوگوں نے عید الاضحیٰ کے دن قربانی حضور علیہ السلام سے پہلے کرلی تھی۔ اس سے منع فرمایا گیا کہ ہمارے محبوب سے

آگے نہ بڑھو. حضرت عائشہ صدیقہ کا قول ہے کہ بعض لوگ رمضان سے پہلے شک کے دن روزہ رکھ لیا کرتے تھے اس سے منع فرما دیا گیا.

حضرت حسن سے روایت ہے کہ بعض لوگ جو باہر سے آتے تھے حضور علیہ السلام سے سوالات بہت کیا کرتے تھے اس سے روکنے کے لئے یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی.

(روح البیان، خزائن العرفان)

حقیقت تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اسکے نبی کریم ﷺ پر ایمان لانے کے بعد کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ اپنے ربِ کریم اور اسکے رسول اکرم ﷺ کے ارشاد سے پہلے کوئی بات کہے یا کوئی کام کرے. جب انسان اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کرتا ہے تو وہ اس امر کا بھی اعلان کر رہا ہوتا ہے کہ آج کے بعد اس کی خواہش اُسکی مرضی اُسکی مصلحت خدا اور اسکے رسول کے حکم پر بلا تامل قربان کر دی جائیگی. (ضیاء القرآن)

(۶۴) آقا علیہ السلام سے آہستہ بات کرنے کا حکم.

آدابِ رسالت ﷺ میں یہ آیت نہایت ہی اہمیت کی حامل ہے. اس آیت میں شانِ رسالت میں بے ادبی و گستاخی کرنے والوں کی سزا یہ بتلائی گئی ہے کہ ساری متاعِ نیکی ضبط کر لی جائیگی. وہ لوگ جو نیک اعمال کرتے ہیں لیکن کم علمی کی وجہ سے یا غلط بیانی کے زیرِ اثر شانِ رسالت مآب میں عظمت کو گھٹانے، اذیت پہنچانے جیسی گستاخیوں میں بھی ملوث ہو جاتے ہیں اُنہیں چاہیئے کہ اپنا جائزہ لیں. اگر بھولے سے کہیں ایسا ہو رہا ہو تو پھر کل جب اعمال نامے کھولے جائینگے تو ڈر ہے کہ نیکیوں کے کھاتے میں کوئی بھی نیکی نہ ہو.

آقا سے عقیدت میں بگاڑ آنے نہ دینا
ایمان بگڑتا ہے جو فاسد ہوں عقیدے

آیتِ طیبہ، ترجمہ و تفسیر ملاحظہ کریں -

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَرۡفَعُوۡٓا اَصۡوَاتَكُمۡ فَوۡقَ صَوۡتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجۡهَرُوۡا لَهٗ بِالۡقَوۡلِ كَجَهۡرِ بَعۡضِكُمۡ لِبَعۡضٍ اَنۡ تَحۡبَطَ اَعۡمَالُكُمۡ وَاَنۡتُمۡ لَا تَشۡعُرُوۡنَ (پارہ ۲۶ سورۃ الاحجرات آیت ۲)

ترجمہ : اے ایمان والو تم اپنی آوازوں کو نبی مکرم (ﷺ) کی آواز سے بلند مت کیا کرو. اور ان کے ساتھ اس طرح بلند آواز سے بات (بھی) نہ کیا کرو جیسے تم ایک دوسرے سے بلند آواز کے ساتھ کرتے ہو. (ایسا نہ ہو) کہ تمہارے سارے اعمال ہی (ایمان سمیت) غارت ہو جائیں. اور تمہیں (ایمان اور اعمال کے برباد ہو جانے کا) شعور تک بھی نہ ہو.

تفسیر : اس آیتِ طیبہ میں بھی بارگاہِ رسالت کے آداب کی تعلیم دی جا رہی ہے سابقہ آیت میں بھی بتایا کہ قول و عمل میں سرورِ عالم ﷺ سے سبقت نہ کرو اب گفتگو کا طریقہ بتایا جا رہا ہے کہ اگر تمہیں شرف باریابی نصیب ہو اور ہمکلامی کی سعادت سے بہرہ ور ہو تو یہ خیال رہے کہ تمہاری آواز میرے محبوب کی آواز سے بلند نہ ہونے پائے. جب کبھی حاضری کا شرف حاصل ہو تو ادب و احترام کی تصویر بن کر حاضری دینا. اگر اس سلسلہ میں تم نے ذرا سی غفلت برتی اور بے پرواہی سے کام لیا تو سارے اعمالِ حسنہ ایمان کے ساتھ اکارت ہو جائینگے. (ضیاء القرآن)

ایک دفعہ حضرت صدیق اکبرؓ حضور کی خدمت میں عرض کیا کہ یا حبیب اللہ اقرع ابن حابس کو انکی قوم کا عامل بنایا جائے. اس گفتگو میں اُن حضرات کی آوازیں بلند ہو گئیں تب یہ آیت نازل ہوئی. پھر تو دونوں حضرات کا یہ حال تھا کہ اس قدر آہستہ کلام عرض کرتے تھے کہ حضور علیہ السلام کو دریافت کرنا پڑتا کہ کیا کہہ رہے ہو. (روح البیان)

تفسیر خزائن العرفان میں فرمایا کہ یہ آیت حضرت ثابت ابن قیس کے بارے میں نازل ہوئی اُن کو اُونچا سننے کا مرض تھا. اس لئے انکی آواز کچھ اُونچی ہو جاتی تھی. غرض کچھ بھی ہو قرآن نے بارگاہِ مصطفیٰ کا یہ ادب سکھایا کہ وہاں اُونچی آواز نہ نکالو.

اب بھی حاجیوں کو یہ حکم ہے کہ جب بھی روضہ پاک پر حاضری نصیب ہو تو بہت آہستہ آواز میں سلام کریں۔ اور دور کھڑے ہوں۔ بعض فقہا نے حکم دیا ہے کہ جب حدیث پاک کا ذکر ہو رہا ہو تو وہاں دوسرے لوگ بلند آواز سے نہ بولیں۔ اگرچہ بولنے والا اور ہے مگر کلام تو رسول اللہ ﷺ کا ہے۔ (روح البیان)

(۶۵) آقا ﷺ کا ادب بخشش و اجر عظیم کا باعث ہے۔

مبارک ہیں وہ لوگ جنھوں نے اللہ کے حبیب کا ادب کیا، اُن کے آگے اپنی آواز کو ادباً پست رکھا، گستاخی نہ کی، اذیت نہ پہنچائی یہ اُن کے لیئے خوشخبری ہے کہ اُن کے دل اللہ نے تقویٰ کے لئے چُن لئے اور اُن کے لئے بخشش اور اجرِ عظیم ہے۔ دیکھئے آیتِ مبارک

اِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى. لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ (پارہ ۲۶ سورۃ الاحجرات آیت ۳)

ترجمہ : بے شک جو لوگ رسول اللہ (ﷺ) کی بارگاہ میں (ادب و نیاز کے باعث) اپنی آوازوں کو پست رکھتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے تقویٰ کے لئے چن کر خالص کر لیا ہے انہیں کے لئے بخشش ہے اور اجرِ عظیم ہے۔

تفسیر : ان لوگوں پر عنایت کا ذکر فرمایا جا رہا ہے جو حضور نبی کریم ﷺ کے ادب و احترام کو ملحوظ رکھتے ہوئے آہستہ آہستہ گفتگو کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ جو لوگ میرے حبیب کا ادب ملحوظ رکھتے ہیں، ہم اُن پر تین خصوصی احسانات فرماتے ہیں۔ پہلا احسان تو یہ کہ ہم اُن کے دلوں کو تقویٰ کا عادی بنا دیتے ہیں۔ اُس بارِ گراں کو اُٹھانے میں اُنہیں کوئی دقت نہیں ہوتی۔ دوسرا احسان یہ کہ اگر اُن سے کوئی غلطی سرزد ہو جاتی تو ہم بخش دیتے ہیں۔ تیسرا احسان یہ کہ ہم اُنہیں اجرِ عظیم سے بہرہ ور فرمائینگے۔ مغفرت اور اجر کی تنکیر کے لئے ہے۔ اور اجر کو عظیم سے موصوف کر کے اس کی عظمت میں مبالغہ کیا گیا ہے۔ کیونکہ وہ اجر ایسا ہے جو کسی آنکھ نے نہ دیکھا نہ کسی کان نے سُنا اور نہ کسی دل میں اسکا خیال گزرا۔ (ضیاء القرآن)

(۶۶) آقا ﷺ کی بارگاہ کے ادب میں ایک اور آیتِ کریمہ

اس آیتِ کریمہ میں بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کی بارگاہ کے آداب سکھائے ہیں۔ جن کا بارگاہِ رسالت میں ملحوظ رکھنا از حد ضروری ہے۔ ملاحظہ فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کی بارگاہ کا ادب خود کس طرح سکھا رہا ہے۔

اِنَّ الَّذِیۡنَ یُنَادُوۡنَکَ مِنۡ وَّرَآءِ الۡحُجُرٰتِ اَکۡثَرُہُمۡ لَا یَعۡقِلُوۡنَ۔ وَلَوۡ اَنَّہُمۡ صَبَرُوۡا حَتّٰی تَخۡرُجَ اِلَیۡہِمۡ لَکَانَ خَیۡرًا لَّہُمۡ۔ وَاللّٰہُ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ۔

(پارہ ۲۶ سورۃ الاحجرات آیت ۴)

ترجمہ : بے شک جو لوگ آپ کو حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں ان میں سے اکثر (آپ کے بلند مقام و مرتبہ اور آدابِ تعظیم کی) سمجھ نہیں رکھتے اور اگر وہ لوگ صبر کرتے یہاں تک کہ آپ خود ہی ان کی طرف باہر تشریف لے آتے تو یہ ان کے لیئے بہتر ہوتا۔ اور اللہ بڑا بخشنے والا بہت رحم فرمانے والا ہے۔

تفسیر : ایک دفعہ بنی تمیم کا وفد جو ستر اسی نفوس پر مشتمل تھا مدینہ طیبہ آیا اس وفد میں زبرقان ابن بدر، عطارد ابن حاجب اور قیس ابن عاصم انکے سردار بھی تھے۔ دوپہر کا وقت تھا۔ سرورِ عالم قیلولہ فرما رہے تھے۔ اُن لوگوں نے حضور کی آمد کے انتظار کو اپنی شان کے خلاف سمجھا۔ اور باہر کھڑے ہو کر صدائیں لگانے لگے۔ حضور کا نام نامی لیکر کہنے لگے ہمارے پاس باہر آیئے۔ حضور علیہ السلام تشریف لے آئے تو ان لوگوں نے شیخی بگھارتے ہوئے کہا" ہم جسکی مدح کرتے ہیں اسے زین کر دیتے ہیں۔ جسکی مذمت کرتے ہیں اس کو معیوب بنا دیتے ہیں۔ ہم تمام عربوں سے ا رف ہیں" سچے نبی نے فرمایا اے بنی تمیم تم نے غلط بیانی سے کام لیا ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کی مدح باع ِ زینت ہے اور اسکی ہی مذمت باعثِ تحقیر ہے اور تم سے اشرف حضرت یوسف ہیں۔ پھر انہوں نے کہا ہم مخاربت کی غرض سے آئے ہیں۔ چنانچہ پہلے ان کا خطیب عطارد ابن حاجب

کھڑا ہوا اور اپنے قبیلے کی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملادئے. اور اپنی فصاحت و بلاغت کا مظاہرہ کیا.

حضور علیہ السلام ثابت ابن قیاس کو اس کا جواب دینے کا حکم فرمایا مکتب نبوت کا یہ تلمیذ ارشد جب لب کشا ہوا تو اُنکے چھکے چھوٹ گئے اور وہ سہم کر رہ گئے. اس کے بعد اُن کا شاعر زبر خان ابن بدر کھڑا ہوا اپنی قوم کی مدح میں ایک قصیدہ پڑھ ڈالا. حضور نے حضرت حسانؓ کو ارشاد فرمایا حضرت حسانؓ نے فی البدیہ انکے مفاخر کی دھجیاں بکھیر دیں. اور اسلام کی صداقت اور حضور کی عظمت کو اس انداز میں بیان فرمایا کہ اُن کا غرور خاک میں مل گیا. اقرعہ کو تسلیم کرنا پڑا کہ نہ ہمارا خطیب حضور کے خطیب کا ہم پلہ ہے اور نہ ہمارا شاعر دربارِ رسالت سے کوئی نسبت رکھتا ہے.

اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنا خصوصی کرم فرمایا. ان کے دلوں کو اسلام کے لیئے کشادہ فرمایا. سارے کے سارے مشرف بہ اسلام ہوئے. رحمتِ عالم ﷺ نے انعام و اکرام سے انہیں مالا مال کر دیا.

(ضیاء القرآن)

(۶۷) آقا ﷺ ہمارے بہترین خیر خواہ ہیں.

رسول اکرم ﷺ ہر پیچیدہ گتھی کو بہتر انداز سے سلجھانے کی صلاحیت رکھتے ہیں. اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس آیتِ کریمہ میں ہدایت فرما رہا ہے کہ میرے محبوب کی موجودگی میں تم کو جو بھی حکم ملے اس پر عمل کرو. میرے محبوب کے سامنے زیادہ کچھ بولنے کی ضرورت نہیں. اس آیتِ کریمہ میں بھی اشارہ سرکارِ دو عالم ﷺ سے آگے نہ بڑھنے کی ہدایت دی جا رہی ہے. دیکھئے آیت

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ فِيْكُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَوْ يُطِيْعُكُمْ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنَ الْاَمْرِ لَعَنِتُّمْ

(پارہ ۲۶ سورۃ الاحجرات آیت ۷)

ترجمہ : اور جان لو کہ تم میں رسول اللہ (ﷺ) موجود ہیں اگر وہ بہت سے کاموں میں تمہارا کہنا مان لیں تو تم بڑی مشکل میں پڑ جاؤ گے.

تفسیر : شانِ نزول : ولید ابن عقبہ نے جب بنو مصطلق کے بارے مین من گھڑت قصہ آ کر سنایا تو بعض سامعین مشتعل ہو گئے. اور فرطِ جوش میں بنو مصطلق کے خلاف فوجی کاروائی کا مطالبہ زور و شور سے شروع کر دیا. حضور علیہ السلام نے بعض مصالح کے پیشِ نظر حضرت خالدؓ کو ایک دستہ دے کر روانہ فرمایا اور ساتھ ہی تنبیہ فرمادی کہ جلد بازی سے کام نہ لیں بلکہ تحقیق کے بعد مناسب اقدام کریں.

اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور اُن لوگوں کی اصلاح اور تربیت کا اہتمام فرمایا. بلکہ جملہ اہل اسلام کو ایک واضح حقیقت سے آگاہ کر دیا. انہیں بتایا کہ جب اللہ تعالیٰ کا برگزیدہ رسول تمہارے درمیان موجود ہے وہ اپنے نور نبوت سے ہر پیچیدہ گتھی کو سلجھا سکتا ہے. تم سے کہیں زیادہ انجام و عواقب کا صحیح اور بروقت اندازہ لگا سکتا ہے. اور انہیں چاہیئے کہ اشارۂ اُبرو پر عمل پیرا ہو کر جو حکم دیں اس کی تعمیل کرو.

اگر تم اپنی بات منوانے پر اسرار کرو گے تو تم مشقت و حلاکت میں پھنس جاؤ گے. ہوسکتا ہے عجلت سے اُٹھا ہوا قدم انہیں کسی عمیق گڑھے میں گرا دے. (ضیاء القرآن)

(۶۸) ذاتِ رسالت ﷺ میں شک ایمان سے خارج کر دیتا ہے.

اس آیتِ کریمہ میں واضح کیا گیا ہے کہ ہر مسلمان پر ضروری ہے کہ اس کا دل حضور علیہ السلام کے متعلق ہر قسم کے شک و شبہ سے پاک ہو تب ہی وہ اپنے دعویٰ ایمان میں سچا ہو سکتا ہے. آیت

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ یَرْتَابُوْا وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ

(پارہ ۲۶ سورۃ الاحجرات آیت ۱۵)

ترجمہ : ایمان والے تو صرف وہ لوگ ہیں جو اللہ اور اسکے رسول پر ایمان لائے پھر شک میں نہ پڑے اور اللہ کی راہ میں اپنے اموال اور اپنی جانوں سے جہاد کرتے رہے یہی وہ لوگ ہیں جو (دعویٰ ایمان میں) سچے ہیں.

شانِ نزول : اعراب بن اسد اپنے آپ کو زبانی اقرار کے بعد مسلمان خیال کرتے تھے۔اس آیت میں مومن کی وضاحت کردی کہ ہر شخص اپنے آپ کو مسلمان کے گروہ میں شامل کردے تو مومن کہلانے کا مستحق نہیں بلکہ اس کے لئے ضروری ہے کہ اُس کا دل ہر شک وشبہ سے پاک ہو۔اور جب اسلام کی سربلندی کے لیئے مال وجان قربان کرنے کا موقع آئے تو بلا تامل ہر چیز بخوشی قربان کردے۔ (ضیاء القرآن)

(۶۹) سیدِ کونین ﷺ کا سفرِ معراج۔

ذیل کی آیتِ مقدسہ میں سرکارِ کائنات کے سفرِ معراج کا واقعہ اپنی پوری نورانیت صداقت اور عظمت کا آئینہ دار ہے۔اس سے پہلے بھی سورۃ بنی اسرائیل کی پہلی آیت میں سفرِ معراج کا ذکر آیا ہے لیکن ذیل کی آیتیں تفصیلی ذکرِ معراجِ مصطفیٰ ﷺ سے مزین ہیں۔آیتِ معراج ملاحظہ فرمائیں

وَالنَّجمِ اِذَاهَوٰی. مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَاغَوٰی. وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی.
اِنْ هُوَاِلَّا وَحْیٌ يُّوحٰی. عَلَّمَهٗ شَدِيْدُالْقُوٰی. ذُوْمِرَّةٍ فَاسْتَوٰی.
وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰی. ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰی. فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْاَدْنٰی.
فَاَوْحٰٓی اِلٰی عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰی. مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَارَاٰی.
اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰی مَا يَرٰی. وَلَقَدْرَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰی.
عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰی، عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰی.
اِذْ يَغْشَی السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰی. مَازَاغَ الْبَصَرُ وَمَاطَغٰی.
لَقَدْ رَاٰی مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰی. (پارہ ۲۷ سورۃ والنجم آیت یکم تا ۱۸)

ترجمہ: قسم ہے روشن ستارے (محمد ﷺ) کی جب وہ (چشم زدن میں شبِ معراج اُوپر جا کر) نیچے اُترے۔تمہیں (اپنی) صحبت سے نوازنے والے (یعنی) تمہیں اپنے فیضِ صحبت سے

صحابی بنانے والے رسول ﷺ) نہ (کبھی) راہ بھولے اور نہ (کبھی) راہ سے بھٹکے. اور وہ (اپنی) خواہش سے کلام نہیں کرتے ان کا ارشاد سراسر وحی ہوتی ہے. جو انہیں کی جاتی ہے. ان کو بڑی قوتوں والے رب نے (براہِ راست) علم (کامل) سے نوازا. جو حسنِ مطلق ہے.

پھر اس (جلوہ حسن) نے (اپنے) ظہور کا ارادہ فرمایا اور وہ (محمد ﷺ شبِ معراج عالمِ مکان کے) سب سے اُونچے کنارے پر تھے. (یعنی عالمِ خلق کی انتہا پر تھے) پھر وہ (رب العزت اپنے حبیب محمد ﷺ سے) قریب ہوا. پھر اور زیادہ قریب ہو گیا. پھر (جلوہ حق اور حبیب مکرم ﷺ میں صرف) دو کمانوں کی مقدار فاصلہ رہ گیا یا (انتہائے قرب میں) اس سے بھی کم (ہو گیا) پس (اس خاص مقامِ قرب وصال پر) اس (اللہ) نے اپنے عبد (محبوب) کی طرف وحی فرمائی جو (بھی) وحی فرمائی. (انکے) دل نے اس کے خلاف نہیں جانا جو (انکی) آنکھوں نے دیکھا. کیا تم ان سے اس پر جھگڑتے ہو کہ جو انہوں نے دیکھا اور بے شک انہوں نے تو اس (جلوہ حق) کو دوسری مرتبہ (پھر) دیکھا (اور تم ایک بار دیکھنے پر ہی جھگڑ رہے ہو) سدرۃ المنتہیٰ کے قریب اسی کے پاس جنت الماویٰ ہے.

جب نورِ حق کی تجلیات سدرۃ (المنتہیٰ) کو (بھی) ڈھانپ رہی تھیں جو کہ (اس پر) سایہ فگن تھی. اور انکی آنکھ نہ کسی اور طرف مائل ہوئی اور نہ حد سے بڑھی. (جس کو تکنا تھا اسی پر جمی رہی) بے شک انہوں نے (معراج کی شب) اپنے رب کی بڑی نشانیاں دیکھیں.

تفسیر : آیت ۳۔ حضور ﷺ کا یہ عالم کہ کوئی غلط قدم اُٹھانا کسی باطل عقیدے کو اپنانا تو بڑی بات ہے اُن کا تو یہ عالم ہے کہ وہ خواہشِ نفس سے لبوں کو جنبش بھی نہیں دیتے. اُن کی زبان پر کوئی ایسی بات آتی ہی نہیں جس کا محرک اُن کی ذاتی خواہشات ہوں.

آیت ۴۔ یہ آیت ایک سوال کا جواب ہے جب وہ اپنی خواہش سے بولتے ہی نہیں تو پھر جو کلام یہ لوگوں کو پڑھ کر سناتے ہیں یہ کیا ہے؟ اس کا جواب دیا کہ یہ تو اللہ کی طرف سے وحی کیا جاتا ہے.

اور جیسے وحی نازل ہوتی ہے بعینہ اُسی طرح لوگوں کو پڑھ کر سنا دیتے ہیں. اس میں سرِ مورد و بدل ناممکن ہے.

آیت ۵ تا ۱۸۔ حضور علیہ السلام نے قصد فرمایا کہ آپ سفرِ معراج میں افق اعلیٰ پر تشریف فرما ہوئے پھر نبی کریم ﷺ مکان کی سرحدوں کو پار کرتے ہوئے لامکاں میں رب العزت کے قریب ہوئے اور وہاں فائز ہو کر سجدہ ریز ہو گئے. پس اتنے قریب ہوئے جتنا دو کمانیں قریب ہوتی ہیں جب اُنہیں ملایا جاتا ہے بلکہ اُن سے بھی زیادہ قریب اس حالتِ قربت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب بندے پر وحی فرمائی. جو وحی فرمائی اُس حریمِ ناز میں صفاتی تجلیات اور ذاتی انوار کا جو مشاہدہ بے تاب نگاہوں نے کیا۔ دل نے اس کی تصدیق کی. اور تمہارا یہ جھگڑا کہ دیکھا وہ نہیں دیکھا محض بے سود ہے. دکھانے والے نے جو دکھانا تھا دکھا دیا. دیکھنے والے نے جو دیکھنا تھا وہ جی بھر کے دیکھ لیا. اب تم بے مقصد بحثوں میں وقت ضائع کر رہے ہو. یہ نعمتِ دیدار فقط ایک بار حاصل نہیں ہوئی بلکہ اُترتے ہوئے دوسری بار بھی نصیب ہوئی. یہ دوبارہ شرفِ دیدار سدرۃ المنتہیٰ کے پاس ہوا.

ان آیاتِ کریمہ کی مزید وضاحت کے لیئے ایک مشہور حدیث سفرِ معراج پر پیشِ خدمت ہے. فرمایا رسول اکرم ﷺ نے کہ مجھے اور جبریل کو ساتویں آسمان پر لے جایا گیا جبریل نے دروازہ کھولنے کے لیئے کہا آواز آئی کون ہے؟ کہا میں جبریل ہوں. پوچھا ساتھ کون ہے؟ جبریل نے کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم. پھر پوچھا گیا انہیں بلایا گیا ہے؟ جبریل نے کہا ہاں. پس دروازہ کھلا. میں کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بیت المعمور کے ساتھ ٹیک لگائے تشریف فرما ہیں. بیت المعمور وہ مقدس مقام ہے. جس میں ہر روز ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں لیکن دوبارہ انہیں یہ سعادت نصیب نہیں ہوتی. پھر مجھے سدرۃ المنتہیٰ تک لے جایا گیا. (فقط مجھے لے جایا گیا) اس کے پتے ہاتھی کے کانوں کی مانند اور پھل مٹکوں کے برابر ہیں. حضور نے

نے فرمایا پھر ڈھانپ لیا اس سدرہ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جس نے ڈھانپ لیا تو وہ اتنا خوبصورت ہو گیا کہ مخلوق میں سے کوئی بھی اس کے جمال کو بیان نہیں کر سکتا. پھر اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی میری طرف جو وحی فرمائی اور مجھ پر دن رات میں پچاس نمازیں فرض کیں. میں وہاں سے اُتر کر موسیٰ کے پاس آیا انہوں نے پوچھا فرمایئے آپ کے رب نے آپ کی امت پر کیا فرض کیا ہے. میں نے کہا پچاس نمازیں. موسیٰ نے کہا اپنے رب کی طرف واپس جایئے اور تخفیف کی التجا کیجئے. آپ کی امت اس بوجھ کو نہیں اُٹھا سکے گی. میں نے بنی اسرائیل کو آزما کر دیکھا ہے. چنانچہ میں رب کی طرف لوٹا اور عرض کی اے پروردگار میری امت پر تخفیف فرما. پس اللہ تعالیٰ نے پانچ کم کر دیں. چنانچہ میں بار بار اپنے رب اور موسیٰ کے درمیان آتا جاتا رہا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے محبوب یہ تعداد میں تو پانچ ہیں حقیقت میں پچاس ہیں. (اپنے حبیب کی امت پر مزید کرم کرتے ہوئے فرمایا) آپ کے امتیوں میں سے جس نے نیک کام کرنے کا ارادہ کیا لیکن اس راہ پر عمل نہ کیا تو میں اس کے لیئے ایک نیکی لکھ دونگا. اگر اس پر عمل بھی کیا تو دس نیکیاں لکھ دونگا. اور جس نے برائی کا ارادہ کیا لیکن اس پر عمل نہ کیا تو کچھ بھی نہ لکھا جائیگا. اگر اس نے برائی کو کیا تو اس کے بدلے میں ایک گناہ لکھا جائیگا. اس کے بعد اُتر کر موسیٰ کے پاس آیا اور اُنھیں خبر دی. اُنھوں نے کہا پھر اپنے رب کے پاس جایئے اور تخفیف کے لیئے عرض کیجئے. تو رسول ﷺ نے فرمایا میں کئی بار اپنے رب کے حضور میں حاضر ہوا ہوں اب مجھے شرم آتی ہے.

(ضیاء القرآن)

(۷۰) سرکارِ دو عالم ﷺ کا معجزہ شق القمر.

اس آیتِ کریمہ میں حضور علیہ السلام کے مشہور و معروف معجزہ شق القمر کا ذکر ہے. اللہ تعالیٰ نے یہ معجزہ اپنے حبیب کو عطا فرمایا. اس طرح کا معجزہ سرکارِ دو عالم کے علاوہ کسی اور نبی یا رسول کو عنایت نہیں فرمایا. آیئے شانِ حبیب کے اظہار کو ملاحظہ فرمائیں.

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ

(پارہ ۲۷ سورۃ القمر آیت ۱)

ترجمہ : قیامت قریب آ پہنچی اور چاند دو ٹکڑے ہو گیا۔

تفسیر : قیامت کے قریب ہونے کے معنی یہ ہیں کہ اور انبیاء کے زمانے میں کسی نہ کسی نئے نبی کے آنے کا انتظار تھا مگر اب اللہ کے آخری نبی حضور علیہ السلام تشریف لے آئے۔ اب صرف قیامت ہی کا انتظار ہے۔ یا یوں کہا کہ اب حضور علیہ السلام کا زمانہ حکومت قیامت تک ہے کہ کبھی بھی آپ کا دین آپ کا قرآن منسوخ نہ ہوگا۔

حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ہم اور قیامت دو ملی ہوئی انگلیوں کی طرح ہیں یعنی ہم میں اور قیامت میں کوئی نیا نبی درمیان میں نہیں۔ (بخاری کتاب الرقائق باب قول النبی بعثت) قیامت تک حضور کا ہی زمانہ ہے۔

چاند کے شق ہونے کا واقعہ جو فرلوتی نے شرح قصیدہ بردہ میں نقل فرمایا کہ ابو جہل نے والی یمن حبیب ابن مالک کو لکھا کہ تیرا دین مٹایا جا رہا ہے۔ جلد آ۔ جب یہ پیغام پا کر مکہ مکرمہ آیا ابو جہل نے حضور علیہ السلام کے متعلق بہت سی غلط باتیں کہیں۔ ابو جہل کا مقصد یہ تھا کہ حبیب ابن مالک کا اہل مکہ پر اچھا اثر ہے۔ یہ لوگوں کو سمجھا دے کہ یہ دین قبول نہ کریں۔ حبیب ابن مالک نے کہا کہ دونوں فریق کی گفتگو سن کر فیصلہ کیا جاتا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ حضور علیہ السلام کا کلام بھی سن لوں۔ حضور علیہ السلام کی خدمت میں پیغام بھیجا کہ میں یمن سے آیا ہوں اور دیدار کرنا چاہتا ہوں۔

حضور علیہ السلام صدیق اکبر کے ساتھ اس مجلس میں تشریف لے گئے۔ جب پہنچے تو تمام مجلس میں ہیبت چھا گئی اور کسی کو کچھ کرنے کی ہمت نہ ہوئی۔ آخر حضور علیہ السلام نے خود ہی دریافت فرمایا کہ تم کیا دریافت کرنا چاہتے ہو؟

حبیب ابن مالک نے ہمت کر کے عرض کیا کہ حضور دعویٰ نبوت فرمایا اور نبوت کے لئے معجزہ ضروری ہے. تو حضور نے فرمایا جو کہے وہ معجزہ دکھایا جائیگا. عرض کیا میں تو آسمان کا معجزہ چاہتا ہوں. پھر یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ میرے قلب میں کیا ہے. فرمایا چلو! کوہ صفا پر تشریف لے جاکر پورے چاند کو اشارہ کیا چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے. یہاں تک کہ ایک ٹکڑا پہاڑ کے اُس طرف اور ایک دوسری طرف.

پھر فرمایا اے حبیب ابن مالک دوسری بات بھی سُن، تیرے ایک لڑکی ہے ہمیشہ بیمار رہتی ہے ہاتھ پاؤں سے معذور ہے تو چاہتا ہے کہ اس کو شفا ہو جائے. اُس کو بھی شفا ہوئی. یہ سنتے ہی حبیب ابنِ مالک بے اختیار پکار اُٹھا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ. جب گھر پہنچے تو رات کا وقت تھا. دروازہ پر آواز دی وہ معذور لڑکی زمین سے اُٹھ نہ سکتی تھی اُٹھ کر آئی اور دروازہ کھولا. باپ کو دیکھ کر پڑھنے لگی. لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ. جبیب ابن مالک نے پوچھا بیٹی تو نے یہ کلمہ کہاں سے سُنا؟ تو کہنے لگی میں نے خواب میں ایک چاند سی صورت والے کو دیکھا جو فرماتے ہیں کہ بیٹی تیرے باپ تو مکہ میں آکر مسلمان ہوئے اور تو یہاں کلمہ پڑھ لے تو تجھے بھی شفا ہو جائے تو صبح اُٹھی تو کلمہ زبان پر جاری تھا. اور ہاتھ پاؤں سلامت تھے. (ضیاء القرآن)

(۷۱) آقا ﷺ کی شان در سورۃ الرحمٰن.

مشرکین و منافقینِ مکہ آقا علیہ السلام پر اعتراض کیا کرتے تھے کہ آپ کو قرآن اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں آتا بلکہ اُنہیں میں سے کوئی سُناتا ہے تو یہ سناتے ہیں. یہاں بھی مشرکین و منافقین کے اعتراض کا خود اللہ تعالیٰ جواب دے رہا ہے. ملاحظہ فرمائیں.

اَلرَّحْمٰنُ. عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ. خَلَقَ الْاِنْسَانَ. عَلَّمَهُ الْبَيَانَ

(پارہ ۲۷ سورۃ الرحمٰن آیت یکم تا ۴)

ترجمہ: (وہ) رحمٰن ہی ہے جس نے (خود رسول عربی ﷺ کو) قرآن سکھایا. اسی نے (اس کامل) انسان کو پیدا فرمایا. اسی نے اُسے (یعنی نبی برحق کو ما کان و ما یکون کا) بیان سکھایا.

تفسیر : مکہ کے کفار و مشرکین کے اس الزام کے جواب میں آیت اُتری کہ محمد ﷺ کو (معاذ اللہ) کوئی شخص خفیہ قرآن سناتا ہے. (حوالہ جات کے لئے ملاحظہ فرمائیں تفسیر بغوی خازن، القشری، البحر المحیط، جمل، فتح القدیر، المظہری، اللباب، سادی، السراج، مراغی، اضوا البیان اور مجمع البیان)

مفسرینِ کرام نے بیان کا معنی علم ماکان و مایکون بھی بیان کیا ہے (حوالہ جات کے لیئے ملاحظہ فرمائیں تفسیر بغوی خازن، القشری، البحر المحیط، جمل، فتح القدیر، المظہری، اللباب، سادی، السراج، مراغی، اضواالبیان اور مجمع البیان) (عرفان القرآن)

علامہ پانی پتی لکھتے ہیں یہ درست ہے کہ یہاں انسان سے مراد محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں. اور علم الانسان سے قرآن مراد ہے. جس میں ماکان و مایکون جو کچھ ہو چکا جو کچھ ہو رہا ہے ازل سے ابد تک کا بیان ہے.

اور فرماتے ہیں یعنی جب الانسان سے حضور کی ذات والا صفات مراد ہے. اور علمہ البیان سے بھی حضور کو بیان کی تعلیم ہو تو یہ دونوں آیتیں پہلی آیت کی تفصیل ہونگی. یعنی جس کو قرآن کا علم دیا ہے اُسی انسان کی پیدائش اور اسی کو بیان سکھانے کا ذکر ہو رہا ہے. الرحمن مبتدا ہے اور یہ تینوں ایک کے بعد دیگرے اسکی خبریں۔ (ضیاء القرآن)

(۷۲) رسول اللہ سے عداوت ذلالت کا باعث ہے.

اللہ تعالیٰ اس آیتِ کریمہ میں متنبہ فرما رہا ہے کہ جو اپنے دل میں ہمارے حبیب ﷺ کی عداوت رکھتا ہے وہ ذلیل کیا جائیگا. اللہ محفوظ رکھے ایسی نادانی سے. آیت ملاحظہ فرمائیں

اِنَّ الَّذِیۡنَ یُحَآدُّوۡنَ اللّٰہَ وَ رَسُوۡلَہٗ کُبِتُوۡا کَمَا کُبِتَ الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِہِمۡ.

(پارہ ۲۸ سورۃ المجادلہ آیت ۵)

ترجمہ : بے شک جو لوگ اللہ اور اسکے رسول (ﷺ) سے عداوت رکھتے ہیں وہ اسی طرح ذلیل کئے جائینگے جس طرح ان سے پہلے ذلیل کئے جا چکے ہیں.

تفسیر : جو لوگ اپنی زندگی کی حدود کو پھاند کر اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول ﷺ کے حدود میں مداخلتِ بے جا کا ارتکاب کرتے ہیں. قانون سازی کا حق جو اللہ تعالیٰ کے لئے اور اسکے رسول کے لئے مخصوص ہے اس حق کو اپنے ہاتھوں میں لے لیتے ہیں. اور اللہ کے بندوں کے لیئے خود قانون وضع کرنا شروع کر دیتے ہیں. یہی وہ لوگ ہیں جن کا ذکر اس آیتِ پاک میں کیا گیا ہے.

(ضیاء القرآن)

(۷۳) حضور کی حضوری میں جانے سے پہلے صدقہ کیا کرو.

درجِ ذیل آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کی حضوری میں جانے سے پہلے صدقہ، خیرات کیا کرنے کا حکم دیا. آج بھی علمائے حق حاجیوں کو پیغام دیتے ہیں کہ جب بھی تمہیں سرکار کی زیارت کا موقع ملے حاضرِ بارگاہ ہونے سے پہلے فی سبیل اللہ صدقہ و خیرات کیا کرو. اس سے دربارِ رسالت کی اہمیت بڑھتی ہے. دیکھئے آیت

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُولَ فَقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوَاكُمْ صَدَقَةً. ذَٰلِكَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَأَطْهَرُ. (پارہ ۲۸ سورۃ المجادلہ آیت ۱۲)

ترجمہ : اے ایمان والو جب تم رسول (ﷺ) سے کوئی راز کی بات تنہائی میں عرض کرنا چاہو تو اپنی رازدارانہ بات کہنے سے پہلے کچھ صدقہ و خیرات کر لیا کرو. یہ (عمل) تمہارے لئے بہتر و پاکیزہ تر ہے.

شانِ نزول : حضرت صدر الافاضل مرادآبادی قدس سرہ العزیز اس آیت کے شانِ نزول میں فرماتے ہیں کہ سرکارِ دوعالم ﷺ کی بارگاہ میں جب اغنیاء عرض و معروض کا سلسلہ دراز کیا اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ فقرا کو اپنی عرض پیش کرنے کا موقع کم ملنے لگا. تو عرض پیش کرنے والوں کو عرض پیش کرنے سے پہلے صدقہ پیش کرنے کا حکم دیا. اس حکم پر حضرت علی مرتضیٰؓ نے عمل کیا ایک دینار صدقہ دیکر دس مسائل دریافت کئے. حضرت علی مرتضیٰؓ سوالوں سے فارغ ہو گئے تو یہ حکم منسوخ ہو گیا.

(۷۴) حضور سے عداوت رکھنے والے ذلیل ترین لوگ ہیں.

ذیل کی آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ اعلان کر دیا کہ میرے حبیب سے عداوت رکھنے والے ذلیل ترین لوگ ہیں. خدا محفوظ رکھے اس گناہِ کبیرہ سے. آیت دیکھئے

اِنَّ الَّذِیۡنَ یُحَآدُّوۡنَ اللّٰہَ وَ رَسُوۡلَہٗۤ اُولٰٓئِکَ فِی الۡاَذَلِّیۡنَ

(پارہ ۲۸ سورۃ المجادلہ آیت ۲۰)

ترجمہ : بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) سے عداوت رکھتے ہیں وہی ذلیل ترین لوگوں میں سے ہیں.

تفسیر : اُن لوگوں کے بارے میں پہلے فرمایا کبتوا یعنی یہ لوگ منہ کے بل گرا دئے جائینگے. یہاں اُن بدبختوں کے بارے میں فرمایا اُولٰٓئِکَ فِی الۡاَذَلِّیۡنَ یعنی ان کا شمار ذلیل ترین مخلوق میں سے ہو رہا ہے. اُن سے زیادہ ذلیل اور حقیر کوئی چیز نہیں. (قرطبی)

(ضیاء القرآن)

(۷۵) رسول اللہ ﷺ کا دشمن مومن کا دوست نہیں ہو سکتا.

اللہ تعالیٰ مومنین کی تعریف میں جو اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھنے والے ہیں فرما رہا ہے کہ یہ لوگ کبھی بھی میرے حبیب کے دشمنوں کو دوست نہیں بنائینگے. اپنے اپنے ایمان کو پختہ رکھنے کے لیئے اس آیتِ کریمہ میں درس دیا گیا ہے کہ رسول کا دشمن جو بھی ہو اُس سے دوستی مومنین کا شیوہ نہیں. اللہ نے تصدیق کر دی ہے کہ جو مومن ہے وہ رسول اللہ کے دشمن سے دوستی نہیں رکھتا چاہے وہ باپ ہو بھائی ہو بیٹا ہو یا کوئی قریبی رشتہ دار ہو. گستاخِ رسول و دشمنِ رسول مومن کا دوست نہیں ہو سکتا.

ہمارے دردِ جگر کی کوئی دوا نہ کرے
کمی ہو عشقِ نبی میں کبھی خدا نہ کرے

آیتِ ایمان ملاحظہ فرمائیں۔

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ۔

(پارہ ۲۸ سورۃ المجادلہ آیت ۲۲)

ترجمہ : آپ ان لوگوں کو جو اللہ پر یومِ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں کبھی اس شخص سے دوستی کرتے ہوئے نہ پائینگے۔ جو اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) سے دشمنی رکھتا ہے خواہ وہ ان کے باپ (اور دادا) ہوں یا بیٹے (اور پوتے) ہوں یا ان کے بھائی ہوں یا ان کے قریبی رشتہ دار ہوں۔

تفسیر : اس آیتِ کریمہ میں بڑی صراحت سے اس حقیقت کو بیان فرمایا جارہا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ پر اور روزِ قیامت پر ایمان لانے کا دعویٰ کرتے ہیں مگر وہ اس دعویٰ میں سچے ہیں تو یہ ناممکن ہے کہ ان کے دلوں میں اللہ اور اس کے رسول کے دشمنوں کی محبت پائی جائے۔ جس طرح پاک اور پلید پانی ایک برتن میں اکھٹے نہیں رہ سکتے اسی طرح نورِ ایمان اور دشمنانِ اسلام کی دوستی ایک دل میں جمع نہیں ہوسکتی۔ جو شخص ایمان کا مدعی ہے اور کفار و منافقین کے ساتھ بھی دوستی کے تعلقات رکھتا ہے وہ اپنے آپ کو فریب دے رہا ہے۔ اللہ کا بندہ اللہ کریم کے دشمنوں سے خواہ اُس کے وہ قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں۔ ہر قسم کے تعلقات منقطع کردیتا ہے۔ ان میں سے چند قریبی رشتہ داروں کا صراحتاً ذکر فرمادیا۔ اولاد کو اپنے والدین سے محبت ہوتی ہے اور ان کا ادب اور لحاظ بھی ہوتا ہے۔ اگر باپ دین کا دشمن ہو تو بیٹا اسکی پرواہ تک نہیں کرتا۔

اسی طرح باقی رشتہ دار بھی اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب کریم ﷺ کی محبت کے مقابلہ میں کوئی وقعت نہیں رکھتے۔ چنانچہ دنیا نے دیکھا جب غلامانِ مصطفیٰ ﷺ بدر اور احد کے میدان میں اپنے قریبی رشتہ داروں کے سامنے صف آراء ہوئے تو جو بھی انکا مد مقابل بنا انہوں نے بلا تامل اسکو خاک و خون میں ملا دیا۔

حضرت ابوعبیدہ جب میدانِ بدر میں گئے تو ان کا باپ عبداللہ انکے سامنے آیا تو آپ نے تلوار کے وار سے اُس کا سر قلم کر دیا۔

ایک دفع حضرت صدیقِ اکبر کے والد ابو قحافہ نے شانِ رسالت میں کچھ گستاخی کی تو آپ نے اسے اسقدر زور سے دھکہ دیا کہ وہ منہ کے بل گر گیا۔ حضور نے پوچھا تو ابوبکر نے عرض کیا میرے آقا اگر اس وقت میرے پاس تلوار ہوتی تو میں اس کو قتل کر دیتا۔ بعد میں حضرت ابو قحافہ مشرف بہ اسلام ہو گئے۔

بدر کے دن حضرت صدیقِ اکبر نے اپنے بیٹے عبداللہ کو للکارا۔ اور حضور سے جنگ کی اجازت طلب کرتے ہوئے عرض کیا میرے آقا مجھے اجازت دیجئے تاکہ میں شہدا کے پہلے گروہ میں داخل ہو جاؤں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا اے ابوبکر ہمیں اپنی ذات سے فائدہ اُٹھا لینے دے تو نہیں جانتا کہ تو میرے نزدیک میرے کان میری آنکھ کی طرح ہے۔

حضرت فاروقِ اعظمؓ نے اپنے ماموں عاص بن ہشام ابن مغیرہ کو قتل کیا اور سیدنا علی سیدنا حمزہ سیدنا عبیدہ نے اپنے قریبی رشتہ دار عتبہ، شیبہ اور ولید کو تہ تیغ کیا۔ شمع نبوت کے پروانون نے عملی نمونہ پیش کیا۔ اور دنیا کو بتا دیا کہ اُن کے دلوں میں صرف اللہ اور اس کے رسول کی محبت ہے اور بس۔ (ضیاء القرآن)

(۷۶) عطائے رسول صلی اللہ علیہ وسلم

اس آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ آگاہ فرما رہا ہے مومنوں کو کہ رسول اللہ جو تم کو عطا کریں لے لو اور جس سے منع فرمائیں اس سے رُک جاؤ۔ شانِ محمدی میں اس بات کا اظہار بھی ہو گیا کہ سرکار دیتے ہیں۔

شانِ سرکار ہے ہر رُخ سے مکمل اتنی
نہ کمی کوئی ہے ممکن نہ اضافہ کوئی

وَمَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ. وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا.
وَاتَّقُوااللّٰہَ اِنَّ اللّٰہَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ

(پارہ ۲۸ سورۃ الحشر آیت ۷)

ترجمہ : اور جو کچھ رسول (ﷺ) تمہیں عطا فرمائیں سو اُسے لے لیا کرو اور جس سے تمہیں منع فرمائیں سو (اُس سے) رُک جایا کرو. اور اللہ سے ڈرتے رہو (یعنی رسول ﷺ کی تقسیم وعطا پر کبھی زبانِ طعن نہ کھولو)

بے شک اللہ سخت عذاب دینے والا ہے.

تفسیر : یہ احکام صرف غنائم کے اموال تقسیم کرنے کے بارے میں نہیں بلکہ زندگی کے ہر شعبہ مین احکامِ رسالت کی پابندی کیجئے. انھیں سر آنکھوں پر رکھیں. اسی میں تمہاری فلاح ہے.
اس آیتِ کریمہ میں اگر غور کیا جائے تو فتنہ انکار سنت کی بیخ کنی کے لئے مزید کسی دلیل کی ضرورت نہیں.

(۷۷) آقا ﷺ کا دین حق اور تمام ادیان پر غالب ہے.

یہاں آقا علیہ السلام کو ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ بھیجنے کا مکرر ذکر فرمایا گیا ہے. مشرکوں کو یہ کتنا ہی ناپسند کیوں نہ ہو دینِ اسلام غالب آکر رہیگا. کیونکہ یہی دین دینِ ہدایت و دینِ حق ہے. اور تمام ادیان پر غالب و سربلند ہے. دیکھئے آیت حق

ھُوَالَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْھُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ
وَلَوْ کَرِہَ الْمُشْرِکُوْنَ (پارہ ۲۸ سورۃ الصف آیت ۹)

ترجمہ : وہی ہے جس نے اپنے رسول (ﷺ) کو ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ بھیجا تا کہ اسے سب ادیان پر غالب اور سربلند کردے. خواہ مشرک کتنا ہی ناپسند کریں.

تفسیر : اللہ تعالیٰ اپنی عظمت وکبریائی کا ذکر فرمارہا ہے میں وہ قادر وحکیم ہوں جس نے ساری

دنیا کی رہبری کے لیئے ایک رسول بھیجا اُسکو نور ہدایت کا امین اور حق کا علم بردار بنایا.اور اس نے مبعوث فرمایا تاکہ اس کے لائے ہوئے دین کو غلبہ عطا فرماؤں.چار دانگ عالم میں اس کا ڈنکا بجے اس کے مجاہد میدانِ کارزار میں باطل کے پرستاروں کو تیر وسناں سے ملغوب کررہے ہوں. اس کے علما دلیل و ابرہان سے شرک کے علمبرداروں کو شکست دے رہے ہیں.اور اسلامی معاشرہ اپنے پاکیزہ تمدن،اپنی نورانی تہذیب،اپنے منصفانہ نظامِ مشیت اور اخلاقِ حسنہ کے باعث اسلام کی برتری اور فتح مندی کا پرچم لہرا رہا ہو.

(۷۸) نبی کریم کا خُلقِ عظیم

اللہ تعالیٰ اس آیتِ مبارکہ میں اپنے حبیب پاک کے عظیم اخلاق کا تذکرہ فرمارہا ہے.جیسا کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے کسی نے پوچھا کہ حضور کے اخلاق کیا تھے آپ نے فرمایا قرآن.یعنی مطلب یہ کہ قرآن پر عمل آپ ﷺ کی پاک زندگی تھی.اس لیئے بعض حضرات فرماتے ہیں جو حضور کے دیدار کی تمنا کرے وہ قرآنِ مجید دیکھے.جب ایسے عظیم اخلاق والے رسول کے بارے میں ایک گستاخ رسول نے جب کہا "اے وہ شخص جس پر قرآن اُتارا گیا ہے وہ تو مجنوں و دیوانہ ہے" بس اتنا کہنا تھا کہ قہرِ الٰہی کا بادل کڑکا بجلی چمکی غیظ وجلال میں ڈوبی ہوئی یہ آیتیں نازل ہوئیں.

نٓ.وَالْقَلَمِ وَمَايَسْطُرُوْنَ.مَا اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ.وَاِنَّ لَكَ لَاَجْرًا غَيْرَ مَمْنُوْنٍ. وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ۔ (پارہ ۲۹ سورۃ القلم آیت یکم تا ۶)

ترجمہ : نون (حقیقی معنی اللہ اور رسول ﷺ ہی بہتر جانتے ہیں) قلم کی قسم اور اس (مضمون) کی قسم جو (فرشتے) لکھتے ہیں (اے حبیب مکرم) آپ اپنے رب کے فضل سے (ہرگز) دیوانے نہیں ہیں اور بے شک آپ کے لیئے ایسا اجر ہے جو کبھی ختم نہ ہوگا.اور بے شک آپ عظیم الشان خلق پر قائم ہیں (یعنی آدابِ قرآنی سے مزین اور اخلاقِ الٰہیہ سے متصف ہیں) پس عنقریب آپ (بھی) دیکھ لیں گے اور وہ (بھی) دیکھ لینگے کہ تم میں سے کون دیوانہ ہے.

تفسیر : کفار و مشرکین حضور علیہ السلام پر جنون کا بہتان لگاتے تھے ان کے اس جھوٹے الزام کی تردید خود خالقِ دو جہاں قسم اُٹھا کر کر رہا ہے. خالق کی زبان اپنی تخلیق کے شاہکار کی توصیف فرمارہی ہے. اس سے پوری طرح لطف اندوز ہونے کے لئے آپ کو ذرا صبر سے کام لینا ہوگا.

(۷۹) گستاخِ رسول کی نشانیاں قرآن میں.

اب گستاخ کی مذمت میں ذرا قرآن کے یہ الفاظ گنئے اور اندازہ لگایئے کہ محبوب کے دشمنوں کے ساتھ قرآن کی گفتار کا تیور کتنا غضب ناک ہوگیا ہے. ملاحظہ فرمائیں.

وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِيْنٍ. هَمَّازٍ مَّشَّآءٍ بِنَمِيْمٍ. مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ. عُتُلٍّ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ. اَنْ كَانَ ذَامَالٍ وَّبَنِيْنَ. اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ. سَنَسِمُهٗ عَلَى الْخُرْطُوْمِ.

(پارہ ۲۹ سورۃ القلم آیت ۱۰ تا ۱۶)

ترجمہ : اور آپ کسی ایسے شخص کی بات نہ مانیں جو بہت قسمیں کھانے والا انتہائی ذلیل ہے. (جو) طعنہ زن، عیب جو (ہے اور) لوگوں میں فسادانگیزی کے لئے، چغل خوری کرتے پھرتا ہے (جو) بھلائی کے کام سے بہت روکنے والا بخیل، حد سے بڑھنے والا، سرکش (اور) سخت گنہگار ہے. (جو) بدمزاج درشت خو ہے. مزید براں بداصل بھی ہے. اس لئے (اسکی بات کو اہمیت نہ دیں، کہ وہ مالدار اور صاحبِ اولاد ہے. جب اس پر ہماری آیتیں تلاوت کی جائیں (تو) کہتا ہے یہ (تو) پہلے لوگوں کے افسانے ہیں.

اب ہم اُس کی سونڈ جیسی ناک پر داغ لگا دیں گے.

تفسیر : یہ آیتیں ولید ابنِ مغیرہ کے بارے میں نازل ہوئیں. حضرت عبد اللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جتنے ذلت آمیز القاب باری تعالیٰ نے اس بد بخت کو دئے آج تک کلامِ الٰہی میں کسی اور کے لئے استعمال نہیں ہوئے. وجہ یہ تھی کہ حضور نبی اکرم ﷺ کی شانِ اقدس میں اس نے

گستاخی کی جس پر غضب الٰہی بھڑک اُٹھا ولید نے حضور علیہ السلام کی شان میں گستاخی کا ایک کلمہ کہا تھا جواباً باری تعالیٰ نے اس کے دس رذائل بیان کئے۔ اور آخر میں نطفہ حرام ہونا بھی ظاہر کر دیا۔ اور اس کی ماں نے بعد ازاں اس امر کی بھی تصدیق کر دی۔

(تفسیر قرطبی، راضی، نسلی وغیرہا)

عبرتناک واقعہ : منقول ہے کہ جب ولید ابنِ مغیرہ کے حق میں یہ آیتیں نازل ہوئیں تو عالمِ غیظ میں وہ تلملا اُٹھا اور اپنی ماں سے جا کر دریافت کیا ابھی ابھی محمد نے میرے متعلق دس باتیں بیان فرمائی ہیں اپنی نو برائیوں کے بارے میں تو میں خوب جانتا ہوں کہ وہ میرے اندر موجود ہیں۔ لیکن دسویں بات کہ میری اصل میں بھی فرق ہے اس کے بارے میں میں کچھ نہیں جانتا۔ ویسے ہزار دشمنی کے باوجود مجھے اس کا یقین واعتراف ہے کہ محمد کی بات غلط نہیں ہو سکتی اس لئے کہ اب سچ سچ بتادے کہ حقیقتِ حال کیا ہے۔ ورنہ میں تیرا سر قلم کر دونگا۔ تیور دیکھ کر اس کی ماں نے صاف صاف بتادیا کہ تیرا باپ نامرد تھا۔ اس لئے ایک چرواہے کے ساتھ میرا ناجائز تعلق ہو گیا۔ اور اسی کے نتیجہ میں تیری پیدائش عمل میں آئی۔ (تفسیر روح البیان میں تفسیر امام زاہدیؒ کے حوالے سے نقل کرتے ہیں)

تشریح : حالتِ غیظ میں جب انسان اپنے کسی دشمن کے عیوب کا پردہ چاک کرتا ہے تو کہا جاتا ہے کہ یہ نفسیاتی رجحان کا ردِ عمل ہے۔ لیکن یہاں کیا کہیئے گا؟ یہ کلام تو اُس پاک و مقدس خداوند کا ہے۔ جس کی ذات شوائبِ نفسانی سے بالکل پاک ومنزہ ہے۔ اس لیئے لامحالہ ماننا پڑے گا کہ وہ ستار العیوب جو اپنے بڑے سے بڑے سیاہ کار بندے کی پردہ پوشی فرماتا ہے اُس نے اپنے پیغمبر کے ایک گستاخ کو سارے جہاں میں رسوا کر کے یہ ظاہر فرما دیا ہے کہ اس معصوم و محترم نبی کے گستاخ کے لئے اس کے یہاں کسی عفو و درگزر کی گنجائش نہیں ہے۔ اس کی حیثیت نامہ برکی نہیں ہے محبوب ذی وقار کی ہے۔ یہاں بھی وہی ادائے رحمت جلوہ گر ہے کہ گستاخ نے نشانہ بنایا ذاتِ رسول کو مگر جواب دے رہا ہے اُن کا ربِّ کریم محبوب خاموش ہے قرآن ان کی

وکالت فرمارہاہے کیااس کے بعد بھی کوئی بدنصیب کہہ سکتا ہے کہ رسول عربی ﷺ کی حیثیت ایک خبر رساں کی ہے. بلکہ ایک ایسے محبوب کی ہے جو خدا کی محبت کے گہوارے میں پلا اُس کی رحمتوں نے اسے ساری کائنات کی افسری بخشی.

(۸۰) علمِ غیبِ نبی ﷺ پر ایک اور دلیل.

اللہ تعالیٰ اپنے حبیبِ پاک ﷺ کے غیب داں نبی ہونے کی تصدیق اس آیتِ پاک میں بھی کررہا ہے. اس سے پہلے بھی رسول محترم ﷺ کے علمِ غیب کے سلسلے میں بحثیں آئی ہیں آیئے آیت کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں.

عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًا. اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ یَسْلُكُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ وَ مِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا (پارہ ۲۹ سورۃ الجن آیت ۲۶.۲۷)

ترجمہ : (وہ) غیب کا جاننے والا ہے پس وہ اپنے غیب پر کسی (عام شخص) کو مطلع نہیں فرماتا سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے (انہی کو مطلع علی الغیب کرتا ہے کیوں کہ یہ خاصہ نبوت اور معجزہ رسالت ہے) تو بے شک وہ اس (رسول ﷺ) کے آگے اور پیچھے (علمِ غیب کی حفاظت کے لئے) نگہبان مقرر فرمادیتا ہے.

تفسیر : غیب کی تعریف میں شیخ عبدالقادر مغربی لکھتے ہیں (ترجمہ) جو چیز انسان سے پوشیدہ اور مخفی ہو اور ہم نے اپنے حواس اور شعور کی قوتوں سے یا فراست سے یا عقل کے زور سے اس تک رسائی حاصل نہ کرسکیں اس کو غیب کہتے ہیں. پھر لکھتے ہیں کہ جو چیز ان ذرائع میں سے کسی ایک سے دریافت ہوسکے وہ غیب نہیں.[۱]

وہی غیب کو جاننے والا ہے اس لئے یہ پتہ چل گیا کہ کوئی انسان خواہ کتنا ہی ذہین و فطین ہو اس کے علم و عرفان کا پایا کتنا ہی بلند ہوا سکے درجات کتنے ہی رفیع ہوں وہ غیب نہیں جان سکتا. نہ اپنے حواس سے نہ قوتِ شعور سے، نہ فراست سے نہ قیاس سے نہ عقل سے

بجز اس کے کہ خداوندِ عالم جو عالمِ غیب ہے وہ خود اسکو اس نعمت سے سرفراز فرمادے. یہ بھی بتادیا کہ علمِ غیب کے دروازے ہر ایرے غیرے کے لئے کُھلے نہیں بلکہ وہ صرف اُن رسولوں کو اس نعمت سے نوازتا ہے جن کو وہ چن لیا کرتا ہے. یہ ہے وہ صاف سیدھا مطلب جو اس آیت سے بغیر کسی تکلف کے سمجھ آتا ہے.

(ضیاء القرآن)

(۸۱) آقا ﷺ گواہ ہیں، ایک اور دلیل.

ایک مرتبہ پھر یہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک ﷺ کو گواہی دینے والا رسول بنا کر بھیجنے کا ذکر فرما رہا ہے. آیئے دیکھیں آیت و ترجمہ

اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ

(پارہ ۲۹ سورۃ المزمل آیت ۱۵)

ترجمہ : بے شک ہم نے تمہاری طرف ایک رسول (ﷺ) بھیجا ہے. جو تم پر (احوال کا مشاہدہ فرما کر) گواہی دینے والا ہے.

تفسیر : ہم نے تمہاری طرف ایک ایسا رسول بھیجا ہے جو قیامت کے روز تمہارے کفر و ایمان پر گواہی دیگا.

نوٹ : رسولِ مکرم کو بھیجنے جانے کے تعلق سے اور آپ ﷺ کی گواہی کے متعلق سورۃ البقرۃ آیت ۱۱۹، سورۃ الاحزاب آیت ۴۵ میں تفصیلی بحث آچکی ہے. ملاحظہ فرمائیں.

(۸۲) حضور ﷺ شافع محشر ہیں.

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ میدانِ حشر کو یاد دلا رہا ہے اور بتا رہا ہے کہ محبوب کو شفاعتِ عظمیٰ کا مقام عطا فرما کر شافع محشر جیسے عظیم لقب سے نوازا. اس آیتِ کریمہ کی تفسیر پڑھتے وقت میدانِ سامنے آجائیگا. اور عظمتِ مصطفیٰ ﷺ کا اندازہ بھی ہو جائے گا. میدانِ حشر کے تصور کے ساتھ

آیت کا ترجمہ وتفسیر ملاحظہ فرمائیں. آپ بھی ضرور یہ کہنے پر مجبور ہو جائیں گے کہ ۔

فقط اتنا سبب ہے انعقادِ بزمِ محشر کا ☆ کہ اُنکی شانِ محبوبی دکھائی جانے والی ہے

يَوْمَ يَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا. لَا يَتَكَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ

لَهُ الرَّحْمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا (پارہ ۳۰ سورۃ النبا آیت ۳۸)

ترجمہ : جس دن جبریل (روح الامین) اور (تمام) فرشتے صف بستہ کھڑے ہوں گے کوئی لب کشائی نہ کر سکے گا سوائے اُس شخص کے جسے خدائے رحمٰن نے اذنِ (شفاعت) دے رکھا تھا. اور اس نے (زندگی میں تعلیماتِ اسلام کے مطابق) بات بھی درست کہی تھی.

تفسیر : حضرت ابنِ عباس سے مروی ہے کہ جبرئیل علیہ السلام بارگاہِ خداوند ذوالجلال میں دست بستہ کھڑے ہونگے اور مارے خوف کے کانپ رہے ہونگے. اور ان کی زبان پر یہ جاری ہوگا لا الہ الا انت ماعبدناک حق عبادتک جبریل کے علاوہ دوسرے ملائکہ بھی صفیں باندھے حاضر ہونگے. جلالِ خداوندی کا یہ عالم ہوگا کہ سب چُپ (دم بخود) کسی میں لب ہلانے کی ہمت نہ ہوگی. البتہ وہ نفوسِ قدسیہ جن کو اذنِ گویائی ملے گا وہ اپنے رب کے حضور اپنی گزارشات اور اپنی التجائیں پیش کر رہے ہونگے.

امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں حدیثِ شفاعت بڑی مفصل درج کی ہے. جسکا خلاصہ پیشِ خدمت ہے. " کافی عرصہ سب لوگ کھڑے رہینگے اور پسینوں میں شرابور ہونگے. آخر سب حضرات آدم علیہ السلام کے پاس حاضر ہوکر شفاعت کی درخواست کرینگے. آپ اپنی معذوری بیان کرینگے. چنانچہ مختلف انبیاء کے پاس حاضر ہونگے لیکن ناامید ہوکر لوٹیں گے. آخر عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جب جائیں گے تو آپ جواب دینگے میں خود تو شفاعت کی جراءت نہیں کرسکتا البتہ تمھیں ایسی ہستی کا پتہ بتاتا ہوں. جس کے پاس سے کوئی سائل نامراد واپس نہیں لوٹا. وہ سب کو بارگاہ محمد مصطفیٰ ﷺ کی طرف جانے کا حکم دیں گے؛ جب در در کی ٹھوکریں کھانے

کے بعد سب مخلوق سکتہ خاطر پراگندہ حال وہاں جائیگی اور شفاعت کی درخواست کرے گی حضور علیہ السلام سب کی فریاد سُن کر فرمائیں گے انا لہا انا لہاہاں میں تمہاری شفاعت کرونگا. ہاں مجھے یہ منصب حاصل ہے کہ میں تمہاری شفاعت کروں. چنانچہ حضور علیہ السلام عرشِ الٰہی کے قریب جاکر سجدہ ریز ہو جائینگے. اور اپنے پروردگار کی حمد توصیف کی حد کردیں گے. عرش والا فرمائے گا اے پیکرِ ہر خوبی و زیبائی اپنا سرِ مبارک اُٹھاؤ تم مانگتے جاؤ میں دیتا جاؤں گا تم شفاعت کرتے جاؤ میں شفاعت قبول کرتا جاؤں گا. اذنِ شفاعت سے شرف یاب ہو کر مقامِ محمود پر جلوہ فگن ہونگے. لواالحمد (حمد کا پرچم) دستِ مبارک میں جھوم رہا ہوگا. اور جو آئے گا سب کو پناہ دیتے جائیں گے. (ضیاء القرآن)

ایک ہی کملی میں سمائینگے کروڑوں امتی ☆ حشر میں دیکھیں گے سب وسعت رسول اللہ کی

(۸۳) حضور ﷺ کے علمِ غیب کی ایک اور دلیل.

اللہ تعالیٰ پھر ایک بار اپنے حبیبِ پاک کے علمِ غیب کا ذکر فرمارہا ہے جب وہ اپنے حبیب کو غیب بتانے میں بخیل نہیں ہیں کہہ رہا ہے تو اندازہ لگائیں کہ اللہ تعالیٰ نے کس قدر آقائے کائنات کو غیب پر مطلع کیا ہوگا۔

اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا ☆ جب نہ خدا ہی چھپا تم پہ کروڑون درود

وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ (پارہ ۳۰ سورۃ التکویر آیت ۲۴)

ترجمہ : اور وہ (یعنی نبی اکرم ﷺ) غیب (کے بتانے) پر بالکل بخیل نہیں ہیں (مالکِ عرش نے ان کے لیئے کوئی کمی نہیں چھوڑی)

تفسیر: آقا علیہ السلام کا تو یہ حال ہے کہ علومِ غیبیہ کے خزانے جو انہیں بخشے گئے ہیں وہ معارف الٰہیہ جن سے ان کا سینہ معمور ہے وہ تجلیاتِ ربانی جو ان کے قلبِ منیر پر ہر لحہ نازل ہو رہی ہیں یہ ان کو بتانے مین ذرا بخل سے کام نہیں لیتے بلکہ ان کے علوم و معارف کا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا ہے. اور ہر تشنہ لب کو اپنی طرف بلا رہا ہے.

مولانا شبیر احمد عثمانی نے اس آیت پر جو تفسیر کا حاشیہ لکھا ہے وہ حضور کے علمِ غیب پر اعتراض کرنے والوں کے لئے باعثِ ہدایت ہوسکتا ہے. لکھتے ہیں "یعنی یہ پیغمبر ہر قسم کے غیوب کی خبر دیتا ہے ماضی کے متعلق ہو یا مستقبل سے یا اللہ کے اسماء وصفات سے یا احکامِ شرعیہ سے یا مذاہب کی حقیقت و بطلان سے یا جنت و دوزخ کے احوال سے یا واقعات کے بعد الموت سے اور ان چیزوں کو بتلانے میں ذرا بخل نہیں کرتا. (ضیاء القرآن)

(۸۴) شانِ رسالت مآب ﷺ

اللہ تعالٰی نے اس آیتِ کریمہ میں اپنے حبیبِ پاک ﷺ کے حق میں ساری رحمتیں نازل فرمادیں اور رسول کے چاہنے والوں کو یہ بتادیا کہ وہ اپنے حبیب سے کس قدر محبت فرماتا ہے اہلِ بیت تو یہ کہتے ہیں کہ سب سے زیادہ امید افزا یہی ذیل کی آیتیں ہیں. مشیتِ ایزدی سے کچھ دنوں کے لیئے وحی کا نزول رُک جاتا ہے تو کفار طعن کرتے اور کہتے کہ محمد ﷺ کو انکے رب نے چھوڑ دیا ہے. کفار کی اس بدگوئی سے سرکارِ کائنات کو صدمہ پہنچا حضور اُداس رہنے لگے رحمتِ یزدانی سے اپنے محبوب کی اُداسی دیکھی نہ گئی آپ کی تشفی کی خاطر آپ کو اللہ تعالٰی کس انداز سے مطمئن فرمارہا ہے ملاحظہ فرمائیں.

وَالضُّحٰی. وَالَّیْلِ اِذَا سَجٰی. مَا وَدَّعَکَ رَبُّکَ وَمَا قَلٰی. وَلَلْاٰخِرَۃُ
خَیْرٌ لَّکَ مِنَ الْاُوْلٰی. وَلَسَوْفَ یُعْطِیْکَ رَبُّکَ فَتَرْضٰی.
اَلَمْ یَجِدْکَ یَتِیْمًا فَاٰوٰی. وَوَجَدَکَ ضَآلًّا فَھَدٰی.
وَوَجَدَکَ عَآئِلًا فَاَغْنٰی

(پارہ ۳۰ سورۃ الضحیٰ آیت یکم تا ۸)

ترجمہ : قسم ہے چاشت کے وقت کی (جب آفتاب بلند ہوکر اپنا نور پھیلاتا ہے) (اے حبیب مکرم) قسم ہے سیاہ رات کی (طرح آپ کی زلفِ عنبریں کی) جب وہ

(آپ کے رُخ زیبا یا شانوں پر) چھا جائے آپ کے رب نے (جب سے آپ کو منتخب فرمایا

ہے) آپ کو نہیں چھوڑا اور نہ ہی (جب سے آپ کو محبوب بنایا ہے) ناراض ہوا ہے۔ اور بے

شک (ہر) بعد کی گھڑی آپ کے لئے پہلی سے بہتر (یعنی باعثِ عظمت و رفعت) ہے۔

اور آپ کا رب عنقریب آپ کو (اتنا کچھ) عطا فرمائے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔

(اے حبیب) کیا اُس نے آپ کو یتیم نہیں پایا پھر اُس نے (آپ کو معزز و مکرم) ٹھکانا دیا۔

اور اس نے آپ کو اپنی محبت میں خود رفتہ و گم پایا تو اس نے مقصود تک پہنچا دیا۔ اور اس نے آپ کو

(وصالِ حق کا) حاجت مند پایا تو اُس نے (اپنی لذتِ دید سے نواز کر ہمیشہ کے لئے

ہر طلب سے) بے نیاز کر دیا۔

تفسیر : شیخین کی روایت تو یہ ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ علالتِ طبع کے باعث دو تین روز سحری کے وقت بیدار ہو کر مصروفِ عبادت نہ ہوئے تو ابولہب کی بیوی ام جمیل جسکا مکان حضور کے مکان کے پڑوس میں تھا وہ آئی اور کہنے لگی "میں دیکھتی ہوں کہ تمہارے شیطان نے تمہیں چھوڑ دیا ہے دو تین رات سے میں نے اس کو تمہارے نزدیک آتے ہوئے نہیں دیکھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی اس گستاخی کے جواب میں یہ سورۃ نازل فرمائی۔

دوسری روایت میں مذکور ہے کہ ابتدائے بعثت میں کچھ عرصہ نزولِ وحی کا سلسلہ جاری رہا پھر ایکدم رُک گیا یہ انقطاع بارہ یا پندرہ، پچیس یا چالیس دن تک بہ اختلاف روایات برقرار رہا حضور کی طبع مبارک پر بہت گراں گزرا۔ وہ کان جو کلامِ الٰہی سننے کے عادی ہو چکے تھے وہ دل جو ارشاداتِ ربانی کا خوگر ہو چکا تھا اس کے لئے یہ بندش ناقابلِ برداشت تھی۔ نیز کفار نے بھی طعنہ زنی شروع کر دی کہ محمد کو خدا نے چھوڑ دیا۔ اللہ تعالیٰ ناراض ہو گیا۔ اس لئے وحی کا نزول رُک گیا۔ اللہ تعالیٰ نے کفار کے ان خرافات کی تردید قسم اُٹھا کر کی۔ اور محبوبِ کریم کو بھی تسلی دی کہ آپ پریشان نہ ہوں آپ کے پروردگار نے نہ آپ کو چھوڑا ہے اور نہ آپ سے ناراض ہوا ہے۔ جس طرح دن کی روشنی کے بعد رات کی تاریکی میں گوناگوں حکمتیں ہیں اسی طرح نزولِ وحی اور پھر اس کے بعد انقطاع میں بھی بڑی بڑی حکمتیں مضمر ہیں۔

ولسوف یعطیک ربک فترضی :اور فرمایا کہ آپ پر آپ کے رب کے لطف وکرم اور انعام واحسان کا سلسلہ ہمیشہ جاری رہیگا. ہر آنے والی ساعت گزری ہوئی ساعت سے ہر آنے والی گھڑی گزری ہوئی گھڑیوں سے ہر آنے والے حالات گزشتہ حالات سے اعلیٰ سے اعلیٰ بہتر سے بہتر اور ارفع سے ارفع ہوگی. اس ایک جملہ سے کفار کے طعن و تشنیع اور الزام تراشیوں کا سدِ باب بھی ہوگیا. اور اسلام کے درخشاں مستقبل کے بارے میں نویدِ جانفزاء بھی سنادی.

حضرت سیدنا علیؓ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا میں اپنی امت کے لئے شفاعت کرتا رہوں گا یہاں تک کہ میرا رب مجھے ندا کرے گا اور پوچھے گا یا محمد کیا آپ راضی ہوگئے؟ میں عرض کروں گا ہاں میرے پروردگار میں راضی ہوگیا.

ووجدک ضالا فھدی : اس آیت کے ترجمہ میں بڑے بڑے مدعیانِ علم نے بُری طرح ٹھوکر کھائی ہے. ضالا ضلالت سے اسمِ فاعل ہے. عام طور پر ضلالت کا یہی مفہوم سمجھا جاتا ہے "راہِ راست سے بھٹک جانا، گمراہ ہونا، عقیدہ عمل میں غلط راستہ اختیار کرنا" علمائے اہل سنت کا اس پر اجماع ہے کہ حضور سرورِ عالم ﷺ اعلانِ نبوت سے پہلے بھی اور بعد بھی عقیدہ اور عمل کی ہر کجی سے معصوم تھے. حضور نے اس مشرکانا ماحول میں عمر بسر کی لیکن ایک لمحہ کے لئے بھی شرک نہیں کیا. زمانہ جاہلیت کی لغویات سے حضور کا دامن ہمیشہ محفوظ رہا. تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ عرب معاشرہ جس قسم کی فکری وعملی گمراہیوں میں مبتلا تھا حضور ان سے ہمیشہ بالکل منزہ ومبرا تھے. (علمائے تفسیر اس آیت کی وضاحت کرتے ہوئے بہت سے اقوال بیان کئے ہیں اس کے مطالع کے لئے ضیاء القرآن میں اس آیت کی مکمل تفسیر ملاحظہ فرمائیں.)

ووجدک عائلا فاغنی : اللہ تعالیٰ نے آپ کو عیال والا پایا (کیونکہ ساری امت حضور کی عیال ہے) تو غنی کردیا. یا آپ کو تنگ دست پایا تو غنی کردیا. ظاہری غنیٰ کی صورت یہ تھی کہ حضرت خدیجہ الکبریٰؓ نے اپنی جان، اپنا سارا مال حاضر کردیا. اور اپنے تمام رشتہ داروں کی موجودگی میں یہ اعلان کردیا کہ یہ مال اب میرا نہیں بلکہ ان کا ہے.

چاہیں تو ابھی تقسیم کر دیں چاہیں تو اپنے پاس رکھیں. ام المومنین کے وصال کے بعد حضرت صدیقِ اکبرؓ نے اپنا مال و متاع حضور کی خدمت کے لئے وقف کر دیا لیکن حقیقی غنیٰ وہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے بلا واسطہ ارزانی فرمائی کہ قلبِ مبارک کو غنی کر دیا. اور زمین کے سارے خزانوں کی کنجیاں مرحمت فرما دی اور کائنات کی ہر چیز کو تابع فرمان کر دیا. ایک دن حضور کاشانہ اقدس میں تشریف لائے مسلسل فاقہ کشی کے باعث شکمِ مبارک کمر کے ساتھ پیوست ہو گیا یہ حالت دیکھ کر حضرت عائشہ بے تاب ہو گئیں اور ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے شکمِ مبارک کو بوسہ دیا اور عرض کی یا رسول اللہ اپنے رب سے اتنا مانگئے کہ یوں فاقوں کی نوبت تو نہ آئے حضور نے فرمایا اے عائشہ اگر میں چاہوں تو یہ سارے پہاڑ سونے کے بن کر مرے جلو میں چلنا شروع کر دیں. (ضیاء القرآن)

(۸۵) آقا علیہ السلام کا شرح صدر

سینہ کھول کر دھونے والے معاملہ کو شرح صدر کہتے ہیں. روایات میں آیا ہے کہ صرف دو انبیاء کا سینہ (چاک) کشادہ کیا گیا تھا. ایک حضرت موسیٰ علیہ السلام کا جس کے لیئے اُنہوں نے دُعا کی تھی یہ شرح صدر اُنکا مانگا ہوا تھا. دوسرے سرورِ انبیاء کا شرح صدر کیا گیا جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بے مانگے تھا. اور سرورِ انبیاء ﷺ کا چار دفعہ شرح صدر کیا گیا تفسیر میں تفصیل درج ہے. دیکھیے آیت و ترجمہ

اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ. (پارہ ۳۰ سورۃ الم نشرح آیت ۱)

ترجمہ : کیا ہم نے آپ کی خاطر آپ کا سینہ (انوارِ علم و حکمت اور معرفت کے لیئے) کشادہ نہیں فرما دیا.

تفسیر : اس آیت کے ضمن میں کئی مفسرین نے شق صدر کی روایات ذکر فرمائی ہیں. لیکن علامہ آلوسی لکھتے ہیں کہ یہاں جو شرح صدر مذکور ہے اس سے شق صدر مراد لینا محققین کے نزدیک ضعیف ہے. البتہ شق صدر کا ثبوت احادیث نبوی سے ملتا ہے.

اس آیت میں غور کرنے سے کلیم اور حبیب کے درمیان فرق بھی نمایاں ہو جاتا ہے. دونوں کو شرح صدر بخشا گیا لیکن کلیم کو مانگنے پر اور حبیب کو بن مانگے. پھر دونوں کے شرح صدر میں زمین وآسمان کا تفاوت ہے. (ضیاء القرآن)

حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے سورۃ الم نشرح کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ چار مرتبہ آپ ﷺ کا مقدس سینہ چاک کیا گیا. اور اس میں نور حکمت کا خزانہ بھرا گیا. پہلی مرتبہ جب آپ حضرت حلیمہ کے گھر آئے تھے. اس کی حکمت یہ تھی کہ حضور ان وسوسوں اور خیالات سے محفوظ رہیں. جس میں بچے مبتلا ہو کر کھیل کود اور شرارتوں کی طرف مائل ہو جاتے ہیں.

دوسری مرتبہ دس برس کی عمر میں ہوا تا کہ جوانی کی پُر آشوب شہوتوں کے خطرات سے آپ بے خوف ہو جائیں. تیسری دفعہ غارِ حرا میں شقِ صدر ہوا. اور آپ کے قلبِ مبارک میں نورِ سکینہ بھر دیا گیا تا کہ آپ وحی الٰہی اور گراں بار بوجھ کو برداشت کر سکیں. چوتھی مرتبہ شبِ معراج میں آپ کا سینہ چاک کر کے نورِ حکمت کے خزانوں سے معمور کیا گیا تا کہ آپکے قلبِ مبارک میں اتنی وسعت اور صلاحیت پیدا ہو جائے کہ آپ دیدارِ الٰہی کی تجلیوں اور کلامِ ربانی کی ہیبتوں اور عظمتوں کے متحمل ہو سکیں. (سیرتِ مصطفیٰ)

(۸۶) آقا علیہ السلام پر سے اللہ تعالیٰ نے ہر طرح کا بار اُٹھالیا.

آقا علیہ السلام کو ہمیشہ امت کا خیال رہتا. حالاں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر کسی قسم کی ذمہ داری عائد نہیں کی تھی اور نہ کسی کے بارے میں آپ کو پوچھ ہونے والی تھی پھر بھی آقائے دو جہاں کو اپنی اُمت کے گنہگاروں کی فکر ستاتی رہی جو ایک بہت بڑے بوجھ سے کم نہ تھا. اللہ تعالیٰ نے آپ پر سے ہر طرح کا بوجھ اُٹھالیا دیکھئے آیت در شانِ محبوبی

وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ. الَّذِیْ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ. (پارہ ۳۰ سورۃ الم نشرح آیت ۲-۳)

ترجمہ : اور ہم نے آپ کا (غمِ امت کا وہ) بار آپ سے اُتار دیا.

جو آپ کی پشتِ (مبارک) پر گراں ہو رہا تھا.

تفسیر : وہ بھاری بوجھ کیا تھا علمائے تفسیر نے متعدد اقوال لکھے ہیں ان سے دو قول درج کیے جاتے ہیں۔(۱) اپنی قوم کو کھلی گمراہی میں دیکھ کر خاطر عاطر کو بہت تکلیف ہوتی تھی۔ان کا بے جان بتوں کو پوجنا، فسق وفجور میں غرق رہنا، قمار بازی اور شراب نوشی میں اپنی صحت و دولت کو برباد کرنا، غریبوں پر ظلم ڈھانا، ان کے حقوق غصب کرنا، باہمی جنگ وجدال اور قتل و غارت ان کی اخلاقی پستی انکی معاشی بدحالی اور انکی سیاسی ابتری ان تمام چیزوں کو دیکھ کر حضور کو بہت دکھ ہوتا اور اس صورتِ حال کو یکسر بدل ڈالنے کے لئے دل ہر وقت مضطرب رہتا۔اللہ تعالیٰ نے منصب نبوت پر فائز کیا اور قرآنِ کریم جیسا صحیفہ رشد و ہدایت عطا فرمایا دینِ اسلام جیسا جامع و مکمل نظامِ حیات مرحمت فرمایا۔جس سے یہ بوجھ اُتر گیا منزل کا تعین بھی ہو گیا۔اور اس منزل کی طرف جانے والا راستہ بھی نورِ نبوت سے روشن ہو گیا۔

(۲) یا اس بوجھ سے بارِ نبوت و رسالت مراد ہے۔ایسے لوگ جو صدہا سال سے معبودانِ باطل کی پوجا پاٹ میں مشغول تھے۔جن کی کئی پشتیں اخلاقی آوارگی کی نذر ہو چکی تھیں۔ظلم وستم، لوٹ مار جن کے نزدیک فخر ومباہات کا باعث تھی۔ان کو اِن پستیوں سے نکال کر توحید، اخلاقِ حسنہ، نظم وضبط کی بلندیوں پر لے جانا پڑا۔جان جوکھوں کا کام تھا۔اس راستہ میں مشکلات کے فلک بوس پہاڑ سینہ تانے کھڑے تھے۔اور ناکامیوں کی عمیق غاریں منہ کھولے نگل جانے کے لیئے بے تاب تھیں۔اس فرض کی ادائی کا احساس دل کو ہر وقت بے چین رکھتا آن کا تعصب وعناد باطل سے چمٹے رہنے پر انکا احمقانہ اصرار اس بے چینی میں مزید اضافہ کر دیا کرتا۔اللہ تعالیٰ نے شرح صدر کی دولت سے مالا مال فرما کر اس بوجھ کو ہلکا کر دیا طبیعت میں قلق و اضطراب کی جگہ صبر و عزمیت نے لے لی۔اپنی قوم کی بے اعتنائی اور دل آزاریوں پر دل گرفتہ ہونے کے بجائے ہمت وحوصلہ پیدا ہو گیا۔

حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تشریح اپنے مخصوص انداز میں فرمائی ہے اور خوب فرمائی ہے۔ لکھتے ہیں " آپ کی ہمتِ عالی اور پیدائشی استعداد جن کمالات اور

مقامات پر پہنچنے کا تقاضہ کرتی تھی قلب مبارک کو جسمانی ترکیب یا نفسانی تشویشات کی وجہ سے ان پر فائز ہونا دشوار معلوم ہوتا ہے. اللہ تعالیٰ نے جب سینہ کھول دیا اور حوصلہ کشادہ کر دیا وہ دشواریاں جاتی رہیں اور سب کا بوجھ ہلکا ہو گیا.

(۸۷) آقا علیہ السلام کا ذکر بلند ہے.

حضور ﷺ سے اللہ تعالیٰ کی محبت کا اندازہ یوں بھی لگایا جا سکتا ہے کہ ذیل کی آیتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ یہ اعلان فرما رہا ہے کہ اے محبوب میں نے آپ کے لئے آپ کے ذکر کو بلند فرمایا اب کس طرح بلند فرمایا ہے آیتِ کریمہ سے ملاحظہ فرمائیں اور گنگنائیں ۔

تو گھٹائے سے کسی کے نہ گھٹا ہے نہ گھٹے ☆ جب بڑھائے تجھے اللہ تعالیٰ تیرا
عقل ہوتی تو خدا سے نہ لڑائی کرتے ☆ یہ گھٹائیں تجھے اُسے منظور بڑھانا تیرا

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ (پارہ ۳۰ سورۃ الم نشرح آیت ۴)

ترجمہ : اور ہم نے آپ کی خاطر آپ کا ذکر
(اپنے ذکر کے ساتھ ملا کر دنیا و آخرت میں ہر جگہ) بلند فرما دیا

تفسیر : حضرت ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ حضرت جبریل میرے پاس آئے اور کہا کہ آپ کا ربِ کریم پوچھتا ہے کہ آپ جانتے ہیں کہ میں نے آپ کے ذکر کو کس طرح بلند کیا؟ میں نے جواب دیا اس حقیقت کو اللہ ہی بہتر جانتا ہے. اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ کے رفع ذکر کی کیفیت یہ ہے کہ جہاں میرا ذکر کیا جائیگا وہاں آپ کا بھی میرے ساتھ ذکر کیا جائیگا.

علامہ آلوسی کہتے ہیں اور اس سے بڑھ کر رفع ذکر کیا ہو سکتا ہے کہ کلمہ شہادت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نام کے ساتھ اپنے محبوب کا نام ملا دیا. حضور کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا. ملائکہ کے ساتھ آپ پر درود بھیجنا اور مومنوں کو درودِ پاک پڑھنے کا حکم دیا اور جب بھی خطاب کیا معزز الفاظ سے خطاب کیا. پہلے آسمانی صحیفوں میں بھی آپ کا ذکرِ خیر فرمایا. تمام انبیاء اور ان کی امتوں سے وعدہ لیا کہ وہ آپ پر ایمان لے آئیں آج دنیا کا ہر کوئی ملک ایسا نہیں جہاں

روز و شب میں پانچ مرتبہ حضور علیہ السلام کی رسالت کا اعلان نہ ہو رہا ہو. آپ کا نامِ پاک سُن کر آپ کا ذکرِ خیر کر کے اور آپ کے محاسن سن کر کروڑوں دلوں کو جو سرور و فرحت نصیب ہوتی ہے اس کا جواب نہیں.

اگر آپ ان حالات کو پیشِ نظر رکھیں جن حالات میں یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی اور پھر اس آیت کو پڑھیں تو اس کے پڑھنے کا لطف دو چند ہو جائیگا. ساری دنیا مخالف ہے کہ مکہ کا نامور سردار اور عوام چراغِ مصطفوی کو بجھانے کے در پر ہیں جس گلی سے گزرتے ہیں وہاں غلاظت کا ڈھیر لگائے جاتے ہیں اور کانٹے بچھائے جاتے ہیں اللہ کے حضور میں سجدہ ریز ہوتے ہیں تو مردہ اُونٹ کا اوجھ اُٹھا کر گردنِ مبارک پر لاد دیا جاتا ہے. ان حالات میں یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی.

کون اسکا تصور کر سکتا ہے کہ ان کا ذکرِ پاک دنیا کے کونے کونے میں گوشہ گوشہ میں بلند ہوگا. انکے دین کی روشنی سے مہذب دنیا کا بہت بڑا علاقہ منور ہوگا. اور کروڑوں انسان ان کے نام پر جان دینے کو اپنے لیئے باعثِ سعادت تصور کرینگے. لیکن جو وعدہ مولائے کریم نے اپنے برگزیدہ بندے اور محبوب رسول کے ساتھ کیا وہ پورا ہو کر رہا. اور قیامت تک ذکرِ محمدی کا آفتاب ضوفشانیاں کرتا رہیگا۔

مٹ گئے مٹتے ہیں مٹ جائینگے اعدا تیرے
نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چرچہ تیرا

(۸۸) گستاخِ رسول کی سزا

اس سے پہلے ایک گستاخِ رسول ولید ابنِ مغیرہ کا واقع گزر چکا اب ایک اور گستاخِ رسول ابو جہل کا ذکر اس آیتِ پاک میں ہو رہا ہے اور اللہ تعالیٰ ابو جہل کو کس طرح خبردار کر رہا ہے ملاحظہ فرمائیں

كَلَّا لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِيَةِ (پارہ ۳۰ سورۂ علق آیت ۱۵)

ترجمہ : خبردار اگر وہ (گستاخی رسالت اور دینِ حق کی عداوت سے) باز نہ آیا تو ہم ضرور (اسے) پیشانی کے بالوں سے پکڑ کر گھسیٹیں گے)

تفسیر : حضرت ابنِ عباسؓ سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام ایک روز مقامِ ابراہیم پر نماز ادا فرما رہے تھے کہ ابوجہل کا وہاں سے گزر ہوا اور گستاخانہ لہجہ میں کہنے لگا کہ کیا میں نے تمہیں نماز پڑھنے سے روکا نہیں؟ تم پھر وہی کام کر رہے ہو. حضور علیہ السلام نے اُسے بڑا کڑوا کسیلا جواب دیا. ابوجہل بولا اے محمد تو مجھے کیونکر دھمکی دے سکتا ہے. اعوان و انصار کی جتنی جمعیت میرے پاس ہے بطحیٰ کی ساری وادی میں اور کسی رئیس کے پاس نہیں ایک آواز دوں تو ساری وادی میں تل دھرنے کے لیئے بھی جگہ نہ رہے. اس وقت جبریل امین یہ آیت لیکر نازل ہوئے. جس میں بتایا گیا کہ اگر یہ نابکار اپنی گستاخیوں سے باز نہ آیا تو ہم اسکو اس کی پیشانی کے بالوں سے پکڑ کر زمین پر گھسیٹیں گے. اور یہ پیشانی لوگوں کی نظر میں تو مکہ کے ایک رئیس کی پیشانی ہے قریش کے نامور سردار کی پیشانی ہے لیکن درحقیقت یہ ایک ایسے شخص کی پیشانی ہے جو جھوٹا ہے جو غلط کار ہے ایسے شخص کی پیشانی اس قابل ہے کہ اسے مٹی میں خوب گڑا جائے اور اسے خاکِ مذلت پر گھسیٹا جائے. اگر وہ اپنے ہمنشین دوستوں کو بلائے گا تو ہم جہنم کے فرشتوں کو حکم دیں گے کہ اس نابکار کی اور اس کے اعوان و انصارِ مکہ کی بوٹی کر دیں. (ضیاء القرآن)

(۸۹) شانِ پیمبر است.

سرکارِ دوعالم ﷺ کی ولادتِ مبارکہ سے پہلے کے واقعہ فیل کا ذکر کرتے ہوئے فرما رہا ہے" کیا آپ نے نہیں دیکھا" اس کا صاف صاف مطلب یہ ہوا کہ مادرِ شکم میں بھی آپ ﷺ فیل کے واقعہ کو ملاحظہ فرما رہے تھے. اس سے آقا ﷺ کے علمِ غیب کا بھی ثبوت ملتا ہے. اور اگر اس کے بعد بھی کوئی ایمان رکھنے والا نبی کے علمِ غیب کا انکار ے تو وہ اپنے ایمان کا خود ذمہ دار ہے.

دنیا کے تمام مترجمین نے اسی انداز کا ترجمہ کیا ہے۔" کیا آپ نے نہیں دیکھا، کیا آپ کو معلوم نہیں، کیا آپ نہیں جانتے وغیرہ" اس سے سرکارِ دو عالم کے حاضر و ناظر ہونے کا ثبوت بھی ملتا ہے۔ دیکھئے آیتِ کریمہ ترجمہ و تفسیر

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ

(پارہ ۳۰ سورۃ الفیل آیت ۱)

ترجمہ : کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ آپ کے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا سلوک کیا؟

تفسیر : یہ عبرت انگیز واقعہ کس سن میں ظہور پذیر ہوا اس کے بارے میں متعدد اقوال ہیں لیکن صحیح قول وہ ہے جو ابنِ عباس اور دیگر محققین و علما سے منقول ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی ولادتِ باسعادت سے تقریباً پچاس دن پہلے یہ واقعہ رونما ہوا۔ عربی مہینے کے ماہِ محرم کی ۱۷ تاریخ تھی اور ۱۲ ربیع الاول کو سرکارِ دو عالم ﷺ رونق افروزِ بزمِ گیتی ہوئے۔

(۹۰) سرکارِ دو عالم ﷺ صاحبِ کوثر ہیں۔

آقا علیہ السلام کے فرزند حضرت قاسمؓ کے وصال کے بعد دشمنانِ رسول کے طنز سے سرکار کو بے حد صدمہ ہوا۔ دشمن کے طنز کا جواب خود خدائے کائنات دے رہا ہے اور سرکار کی بھیگی پلکوں کو خشک فرمانے کے لئے اللہ تعالیٰ کا نرالا انداز ملاحظہ فرمائیں۔

اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ (پارہ ۳۰ سورۃ الکوثر آیت ۱)

ترجمہ : بے شک ہم نے آپ کو (ہر خیر و فضیلت میں) بے انتہا کثرت بخشی ہے۔

تفسیر : کوثر سے مراد حوضِ کوثر یا نہرِ جنت بھی ہے۔ اور قرآن و نبوت و حکمت بھی، فضائل و معجزات کی کثرت یا اصحاب و اتباع اور امت کی کثرت بھی مراد لی گئی ہے۔ رفعتِ ذکر اور خلقِ عظیم بھی مراد ہے۔ دنیا و آخرت کی نعمتیں بھی۔ نصرتِ الٰہیہ اور کثرتِ فتوحات بھی مراد ہیں۔ اور روزِ قیامت مقام محمود اور شفاعتِ عظمیٰ بھی مراد لی گئی ہے۔ (عرفان القرآن)

شانِ نزول : بیان کرتے ہیں کہ حضورِ انور ﷺ کی اولادِ ذکور میں سے آخری فرزندِ دلبند حضرت قاسمؓ کا جب وصال ہوا تو کفارِ مکہ نے طعنہ دیا کہ آپ ابتر ہو گئے. یعنی اب آپ کی نسل منقطع ہو گئی. نسبی یادگار کا سلسلہ ختم ہو گیا. لختِ جگر کی وفات کا صدمہ ہی کیا کم تھا کہ دشمنوں کے اس طعنہ سے اور بھی غم کی چوٹ ابھر آئی. قلبِ نازک کو غیر معمولی اذیت پہنچی. آپ اُداس اور ملول ہونے لگے. چند لمحوں کا اضطراب بھی دریائے رحمت کے لیئے طلاطم سے کم نہ تھا. خدائے کردگار نے اپنے محبوب کی تسکین و تشفی کے لئے فوراً یہ سورۃ نازل فرمائی.

(۹۱) گستاخِ رسول پر اللہ کا عتاب.

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایک اور گستاخِ رسول ابولہب اور اس کی بیوی پر اپنے عتاب کا ذکر فرما رہا ہے. ویسے کئی گستاخانِ رسول کا ذکر احادیث میں ملتا ہے لیکن یہ گستاخ جو رئیس ہے اور سردارانِ قریش سے ہے. قرآن مجید میں بتلا کر اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کر دیا کہ گستاخِ رسول کو (چاہے وہ کیسا ہی رئیس کیوں نہ ہو) کس طرح کیفرِ کردار تک پہنچا دیا جاتا ہے اور کیا انجام ہے. آیت و ترجمہ ملاحظہ کریں

تَبَّتْ يَدَآ اَبِىْ لَهَبٍ وَّتَبَّ مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَاكَسَبَ. سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ وَّامْرَاَتُهٗ. حَمَّالَةَ الْحَطَبِ فِىْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ.

(پارہ ۳۰ سورۃ لہب یکم تا ۵)

ترجمہ : ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ جائیں. اور وہ تباہ ہو جائے (اس نے ہمارے حبیب پر ہاتھ اُٹھانے کی کوشش کی ہے) اسے اس کے (موروثی) مال نے کچھ فائدہ نہ پہنچایا.

اور نہ اسکی کمائی نے عنقریب وہ شعلوں والی آگ میں جا پڑے گا. اور اس کی (خبیث) عورت (بھی) جو (کانٹے دار) لکڑیوں کا بوجھ (سر پر) اُٹھائے پھرتی ہے.

(اور ہمارے حبیب کے تلووں کو زخمی کرنے کے لئے رات کو انکی راہوں میں بچھا دیتی ہے)

اس کی گردن میں کھجور کی چھال کا (وہی) رسہ ہوگا (جس سے کانٹوں کا گٹھا باندھتی ہے)

جب نبی کریم ﷺ پر یہ آیت نازل ہوئی "وانذر عشیرتک الاقربین" کہ اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرایئے۔ اس ارشادِ الٰہی کی تعمیل کے لیئے حضور صفا کی پہاڑی پر کھڑے ہوئے اور یا صباحا بلند آواز سے کہا۔ عرب کا دستور تھا کہ جب کوئی ناگہانی آفت آجاتی اور لوگوں کو امداد کے لیئے بلانا مقصود ہوتا تو "یا صباحا" کے الفاظ سے ندا کرتے۔ لوگوں نے جب یہ ندا سنی تو بھاگتے ہوئے صفا کی پہاڑی کے دامن میں آپہنچے۔ اور جو خود حاضر ہونے سے قاصر تھے انہوں نے حقیقتِ حال دریافت کرنے کے لئے اپنے نمائندے بھیجے۔ جب سارے قریشی قبیلے جمع ہو گئے تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اگر میں تمہیں یہ بتاؤں کہ اس پہاڑی کے پیچھے سے دشمنوں کا گھڑ سوار دستہ تم پر حملہ کرنے کے لیئے آرہا ہے تو کیا تم میری تصدیق کرو گے؟ سب نے بیک زبان جواب دیا بے شک ہم آپ کی تصدیق کرینگے۔ کیونکہ ہم نے آج تک آپ کی زبان سے سچ ہی سنا ہے۔ حضور نے فرمایا میں تمھیں متنبہ کرتا ہوں کہ اگر تم شرک سے باز نہ آئے تو خدا کا عذاب تمہیں نیست و نابود کر دیگا۔ ابولہب جو حضور کا چچا تھا اُس نے انگلی اُٹھا کر اشارہ کیا اور گستاخی کرتے ہوئے بولا" تمہارا ناس ہو جائے تم نے یہی سنانے کے لیئے ہمیں جمع کیا تھا" اللہ تعالیٰ کو اس گستاخ کی گستاخی اپنے حبیب کریم کے بارے میں سخت ناگوار گزری اور وہ انتہائی غضب اور ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا۔ ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ جائیں جن ہاتھوں کی ایک انگلی بے ادبی کے لیئے اُٹھی ہے۔ وہ دونوں ہاتھ ٹوٹ جائیں انہیں کبھی اپنے مقصد میں کامیابی نہ ہو۔ یہ بدُعا ہے۔ وتب فرمایا کہ وہ تباہ و برباد ہو گیا۔ وہ ٹوٹ پھوٹ کر رہ گیا۔ اس کا جسم ریزہ ریزہ کر دیا گیا۔ اور جو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا تھا اسے پورا ہونے میں زیادہ دیر نہ لگی۔ بزدلی کے باعث بدر کی جنگ میں شریک نہ ہوا لیکن بدر کی عبرتناک شکست پر ابھی ایک ہفتہ ہی گزرا تھا کہ اس کے جسم پر ایک زہریلا چھالا نمودار ہوا جو چند دنوں میں اس کے سارے جسم پر پھیل گیا۔ ہر جگہ سے بدبودار پیپ بہنے لگا۔ گوشت گل گل کر گرنے لگا۔ اسکے بیٹوں نے جب دیکھا کہ اسے ایک متعدی بیماری لگ گئی ہے تو انہوں نے اس کو اپنے گھر سے باہر نکال دیا۔ اور تڑپتے تڑپتے اس نے جان دیدی۔ اب بھی

اس کی نعش کو ٹھکانے لگانے کے لیئے کوئی عزیز اس کے قریب نہ گیا۔ تین دن تک اس کی نعش پڑی رہی۔ جب اس کے تعفن اور بد بو سے لوگ تنگ آ گیے اور اس کے بیٹوں پر لعنت ملامت شروع کی تب انھوں نے چند حبشی غلاموں کو اس کی نعش ٹھکانے لگانے پر مقرر کیا۔ انہوں نے ایک گڑھا کھودا اور لکڑیوں سے اس کی نعش کو دھکیل کر اسے گڑھے میں پھینگ دیا اور اُوپر سے مٹی ڈال دی۔ اتنے بڑے قوم کے سردار اور مکہ کے چوٹی کے چار رئیسوں میں سے ایک رئیس کا یہ حشر اللہ تعالیٰ کے غضب ہی کا نتیجہ ہوسکتا ہے۔ سارے اہل مکہ نے دیکھا کہ مصطفیٰ کریم نے اپنے رب کی طرف سے جو پیش گوئی کی تھی وہ حرف بہ حرف پوری ہوئی۔ یہ کہ کے چار دولت مندوں میں سے ایک تھا۔ اس کے پاس آٹھ سیر سے زیادہ سونے کی اینٹیں تھیں۔ دیگر جائداد، سامان، مال و مویشی اس کے ماسوا تھے اور صاحب اولاد بھی تھا۔ اس کے کئی لڑکے تھے۔ جو اس کی موجودگی میں پورے جوان تھے۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ نے اسے پکڑا اور ایک زہریلا آبلہ اس کے جسم پر نمودار ہوا تو سارے نوکر، خادم، بھائی، رشتہ دار حتیٰ کہ اس کے فرزند بھی اسکو تڑپتا چھوڑ کر چلے گئے۔ اس نے دنیا ہی میں دیکھ لیا کہ جس دولت کی کثرت پر وہ فخر کیا کرتا تھا۔ جن بیٹوں پر اسکو بڑا ناز تھا مصیبت کے وقت وہ اسے بے یار و مددگار چھوڑ کر چلے گئے۔ اور اسکے ذرا کام نہ آئے۔

اسکی بیوی کا نام اروہ تھا اور کنیت امِ جمیل تھی۔ یہ ابوسفیان کی بہن تھی اور بھینگی تھی۔ اُس کے دل میں حضور کی عداوت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ اسلام دشمنی میں یہ اپنے خاوند سے کسی طرح پیچھے نہ تھی۔ اس کا مشغلہ یہ تھا کہ دن کے وقت جنگل میں نکل جاتی خاردار لکڑیاں چنتی رہتی اور گٹھہ باندھ کر اُٹھا لاتی۔ اور رات کے وقت اس راستے میں اُن کانٹوں کو بچھا دیتی جس سے گزر کر اللہ کا حبیب اپنے پروردگار کی جناب میں سجدہ ریز ہونے کے لیئے حرم کی طرف تشریف لے جاتا۔ جب یہ سورۃ نازل ہوئی تو یہ سن کر آگ بگولہ ہوگئی اور اپنی مٹھیوں میں سنگریزے بھر کر حضور کی تلاش میں نکلی کہ جہاں ملیں گے ان پتھروں سے خبر لونگی۔ حضور علیہ السلام کعبہ کے پاس بیٹھے تھے حضرت ابوبکر صدیق حاضرِ خدمت تھے حضرت ابوبکر صدیق نے جب اسکو آتے ہوئے

دیکھا تو عرض کی یارسول اللہ ام جمیل آرہی ہے اور ضرور کوئی خباثت کرے گی. حضور نے ارشاد فرمایا وہ مجھے نہ دیکھ سکے گی. چنانچہ ایسا ہی ہوا. وہ قریب آ کر حضور کو نہ دیکھ سکی. اور بڑبڑاتے ہوئے واپس چلی گئی. ارشاد فرمایا جس آگ میں اُسکا گستاخ خاوند جلایا جائیگا اُسی آگ میں وہ بھی جھونکی جائیگی. وہ مکہ کے رئیسِ اعظم کی بیوی تھی. اس کے گلے میں جواہرات کا گراں بہا ہار تھا. اور وہ کہتی تھی کہ لات وعزا کی قسم میں موتیوں کے اس بیش قیمت ہار کو فروخت کر کے محمد کی عداوت میں خرچ کرونگی. اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اس اکڑی ہوئی گردن میں جس میں آج بڑا قیمتی ہار ہے ہم مونج کر رسّی ڈالکر اسے جہنم میں گھسیٹیں گے. جو ستر گز لمبی ہوگی. بعض روایتوں میں آیا ہے کہ وہ حسبِ معمول خاردار لکڑیوں کا گٹھہ سر پر اُٹھائے ہوئے آرہی تھی وہ گٹھہ مونج کی رسی میں بندھا ہوا تھا وہ ایک پتھر پر آرام کرنے کے لیئے بیٹھ گئی وہ گٹھہ پیچھے ہٹ گیا اور رسّی اس کے گلے میں حائل ہوگئی جس سے اُس کا دم گھٹ گیا اور وہ مرگئی. (ضیاء القرآن)

(۹۲) اللہ تعالیٰ نے اپنی احدیت کو زبانِ حبیب سے کہلوایا.

مندرجہ ذیل آیتِ کریمہ میں خود اللہ تعالیٰ اپنا تعارف اپنے محبوب رسول کی زبانِ مبارک سے کروا رہا ہے. کیونکہ دیکھے ہوئے گواہ کی اہمیت سنے ہوئے گواہ سے کہیں زیادہ اہمیت کی حامل ہوتی ہے. سبحان اللہ محبوب ومحبّ کی محبت کا اندازہ لگائیں کہ ۔

قُل کہہ کے اپنی بات بھی منہ سے ترے سنی
اتنی ہے گفتگو تری اللہ کو پسند

قُلْ هُوَاللّٰهُ اَحَدٌ۔

(پارہ ۳۰ سورۃ الاخلاص آیت ۱)

ترجمہ: (اے نبی مکرم) آپ فرمادیجئے وہ اللہ ہے جو یکتا ہے

تفسیر : اللہ تعالیٰ نے جو چاہا پورا ہو کر رہا. بطحیٰ کی سنسان وادی سے اُٹھنے والی یہ میٹھی آواز سارے جہاں کی غوغا آریوں پر غالب آگئی. دینِ اسلام کا آفتاب کیا طلوع ہوا کہ مذاہب باطلہ کے چراغ بے نور ہو گئے. اللہ تعالیٰ کی مخلوق آدم کی اولاد کو اپنے مالک و خالق کا صحیح عرفان نصیب ہو گیا. حکم ہوا قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ یعنی آپ اُن پوچھنے والوں کو بتا دیجئے کہ جس معبود کی طرف میں بلا رہا ہوں جس کی حریمِ ناز تک میں تمہیں لے جانا چاہتا ہوں وہ تمہارے اندھے، بہرے بتوں کی طرح پتھر کے، تانبے یا لکڑی کا بنا ہوا نہیں ہے. وہ اللہ ہے جو احد ہے جو یکتا ہے. احد اس ایک کو کہتے ہیں جس کا دوسرا نہ ہو. نہ ذات میں نہ صفات میں نہ کمالات میں. اس اعلان کے ہوتے ہی سونے چاندی لوہے تانبے پتھر لکڑی کے بنے ہوئے جو معبود صدیوں سے خدائی کے مسند پر بڑے کروفر سے براجمان تھے منہ کے بل زمین پر اوندھے. گر پڑے.

وما علینا الا البلاغ